

انسان کی روح اور اخلاق پر

عبادات کے تربیتی اثرات

ڈاکٹر صلاح الدین سلطان



ایفا پبلیکیشنز

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
قُلْ أَطِيعُوا اللّٰهَ
وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی اربعہ

معدت البریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب و سنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

🌐 www.KitaboSunnat.com

انسان کی روح اور اخلاق پر
عبادات کے تربیتی اثرات

ڈاکٹر صلاح الدین سلطان
(مشیر شرعی برائے اسلامی امور مملکت بحرین)

www.KitaboSunnat.com

ایفا پبلی کیشنز - نئی دہلی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب:	انسان کا روح اور اخلاق پر عبادات کے تربیتی اثرات
مؤلف:	ڈاکٹر صلاح الدین سلطان
مترجم:	مولانا نورالحق رحمانی
کمپوزنگ:	محمد سیف اللہ
سن طباعت:	فروری ۲۰۱۲ء
صفحات:	۹۲
قیمت:	۷۰ روپے

ناشر

ایفا پبلیکیشنز

۱۶۱- ایف، بیسمنٹ، جوگا بائی، پوسٹ باکس نمبر: ۹۷۰۸

جامعہ نگر، نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵

ای میل: ifapublication@gmail.com

فون: 011 - 26981327

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فہرست

صفحات

عناوین

۷

مقدمہ

۱۳

پہلی بحث:

۱۵

مطلب اول

۱۵

مسلمان آدمی کے روحانی پہلو پر طہارت کا تربیتی اثر

۲۱

مطلب دوم

۲۱

مسلمان آدمی کے روحانی پہلو پر نماز کا تربیتی اثر

۲۸

مطلب سوم

۲۸

مسلمان آدمی کے روحانی پہلو پر زکاۃ کا تربیتی اثر

۳۶

مطلب چہارم

۳۶

مسلمان آدمی کے روحانی پہلو پر روزہ کا تربیتی اثر

۴۳

مطلب پنجم

۴۳

مسلمان آدمی کے روحانی پہلو پر حج کا تربیتی اثر

۵۳

دوسری بحث:

۵۵

مطلب اول

۵۵

مردمومن کے اخلاقی پہلو پر طہارت کا تربیتی اثر

- ۶۰ مطلب دوم
- ۶۰ مسلمان آدمی کے اخلاقی پہلو پر نماز کا تربیتی اثر
- ۶۹ مطلب سوم
- ۶۹ مسلمان آدمی کے اخلاقی پہلو پر زکاۃ کا تربیتی اثر
- ۷۴ مطلب چہارم
- ۷۴ مسلمان آدمی کے اخلاقی پہلو پر روزہ کا تربیتی اثر

مقدمہ

الحمد لله الذى خلق الإنسان فى أحسن تقويم، وأنزل له شرعة ترفعه إلى عليين، وتقيه من مهاوى الفتن، ومهالك الفاسقين، والصلاة والسلام على سيدنا محمد أول العابدين وسيد الأولين والآخرين وعلى آله وصحبه الطيبين الطاهرين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين. أما بعد!

عصر حاضر کی تہذیب نے انسان اور اس کے گرد و پیش کے عروج و ارتقاء کی لمبی مسافت طے کر لی ہے اور اس کی آسائش اور آسودگی کے لئے بہت سے مادی وسائل مہیا کر دئے ہیں، لیکن نئی ایجادات و انکشافات کے سبب انسان پریشانی میں مبتلا ہو گیا ہے، اور مشرق کا مغلوب اور شکست خوردہ انسان مغرب کے غالب انسان کی تقلید اور نقالی کا دل دادہ اور عاشق ہو گیا ہے، اور باشندگان مشرق و مغرب دونوں کی انسانیت و شرافت ضعف و اضمحلال کا شکار ہو چکی ہے، اس لئے کہ جسم کے آسودگی کا انتظام کیا گیا اور روح کے تقاضوں سے صرف نظر کیا گیا، انسان اپنے گرد و پیش کی چیزوں کا تو مالک بن گیا، لیکن اس کے ہاتھ سے خود اپنے نفس کا لگام چھوٹ گیا، جس کی بنا پر اس کی خواہشات نے اس پر غلبہ پالیا، اس کا ارادہ کمزور اور دل سخت ہو گیا، اس کے اخلاق بدل گئے اور (حقیقت میں) وہ اپنے آپ کو ہلاکت و بربادی کی راہوں پر گامزن کر کے خود اپنا دشمن بن گیا اور مستقبل بہت سے خطرات کی غمازی کر رہا ہے۔

اور چونکہ دنیا کے تمام فلسفوں اور آسمانی مذاہب میں اصلاح و تبدیلی کا بنیادی نقطہ اور اصل نشانہ انسان ہے، اور ان تمام فلسفوں اور تحریف شدہ ادیان و مذاہب کو خلل لاحق ہو گیا ہے اس لئے اب اس

روئے زمین پر (حق کی معرفت اور حقائق کے انکشاف کا) صحیح معیار اور واحد ذریعہ صرف اسلام ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ وَمَنْ يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ﴾
(آل عمران: ۱۹)

(بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے اور اہل کتاب نے اپنے پاس علم آجانے کے بعد آپس کی سرکشی اور حسد کی بنا پر ہی اختلاف کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ جو بھی کفر کرے اللہ تعالیٰ اس کا جلد حساب لینے والا ہے)

اللہ تعالیٰ ہی تمام احکام کو مشروع فرمانے والا ہے، اسی نے قرآن کریم نازل فرمایا اور اپنے نبی ﷺ کو سیدھا راستہ دکھلایا، اس بنا پر اسلام کا امتیاز یہ ہے کہ وہ خود اس ذات کی طرف سے آیا ہے جس نے اپنے بارے میں فرمایا:

﴿أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ الْطَّيْفُ الْخَبِيرُ﴾ (الملک: ۱۴)

(کیا وہی نہ جانے جس نے پیدا کیا؟ پھر وہ باریک بین اور باخبر بھی ہو)

اور خالق کی طرف سے اس کے صادر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو نفس انسانی کی تمام خصوصیات اور انسان کی تمام ضرورتوں اور ان رغبتوں کا علم ہے جن کی تسکین و تکمیل پر اسے دنیا و آخرت میں کامیاب تصور کیا جاتا ہے، اس بنا پر ایمان کے ثابت شدہ امور اور احکام کے حقائق اس قلبی اعتقاد اور ذہنی یقین کو وجود میں لاتے ہیں کہ اسلام میں ایسی وحدت و یکسانیت ہے جس کی بنیاد مضبوط و مستحکم ہے اور وہ ہر اس انسان کے لئے متوازن ہے جو حقیقی سعادت کے لئے کوشاں ہو، وہی اور خیالی کامیابی کے لئے نہیں۔

اور اس تناظر میں ہر باغیرت انسان اپنی قوم اور امت کی موجودہ ہلاکت و بربادی کو دیکھ رہا ہے اور اس کے لئے یہ شفا بخش دوا تجویز کرتا ہے وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہے کہ اللہ کے اس

دین کے ذریعہ اکیسویں صدی کے انسانوں کی تعمیر و اصلاح ہو جائے اور وہ ان کے اندرون کی متوازن تعمیر کر دے، پھر وہ نئی تہذیب کے ذریعہ ایسی کائنات کی تعمیر کرے جس میں جسم کے ساتھ روح، مادیت کے ساتھ اخلاق، دل کے ساتھ عقل، سماج کے ساتھ فرد اور حکومت و سلطنت کے ساتھ دین مددگار اور معاون ہو۔

اس کتاب کی اہمیت سے متعلق چند باتیں درج ذیل ہیں:

اول: عام طور پر صورت حال یہ ہے کہ عبادات کے سلسلے میں تفصیلی بحث کی جاتی ہے یعنی اسکے فقہی احکام، فرائض و واجبات، مستحبات اور مفادات پر تفصیل سے روشنی ڈالی جاتی ہے، لیکن ان کے اسرار و حکم، رموز و علل، تربیتی مضامین اور عملی اثرات سے بہت کم بحث کی جاتی ہے، جس کے نتیجے میں عبادت کی روح اور اس کی فرضیت کے اہم مقاصد نگاہوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں، فقہی مواد خشک نظر آتا ہے اور کبھی کبھی اس کا سمجھنا دشوار ہو جاتا ہے۔

دوم: بہت سے ایسے لوگ جو ان عبادات کو ان کے تمام شرائط و ارکان اور فقہی احکام کی رعایت کرتے ہوئے ادا کرتے ہیں لیکن ان کے شرعی مقاصد اور تربیتی اثرات کو پیش نظر نہیں رکھتے ان کا خود ان کے نفس کے ساتھ تصادم ہوتا ہے، چنانچہ وہ نماز سے قبل طہارت کے مندوبات و مستحبات تک کا غایت درجہ اہتمام کرتے ہیں، لیکن وہ اس کے بعد اپنے دل کو بغض و حسد اور کینہ و کدورت سے پاک کرنے کا اہتمام نہیں کرتے، اکثر وہ اول وقت میں نماز کی ادائیگی کے لئے سبقت کرتے ہیں اور دوسرے ضروری کاموں کو آخری وقت تک موخر کر دیتے ہیں، وہ اپنے مال کی زکوٰۃ نکالتے ہیں اور اپنے مزدوروں کا حق کم کر کے دیتے ہیں یا اس قرض و دین کی ادائیگی میں بلاوجہ تاخیر کرتے ہیں جو فوری واجب الاداء ہیں، وہ لوگ بار بار حج و عمرہ ادا کرتے ہیں، اور قریبی رشتہ داروں اور قریب کے پڑوسیوں کے ساتھ صلہ رحمی اور حسن سلوک نہیں کرتے، یہ اتنی بڑی خامی اور بے اعتمادی ہے جس نے بعض لوگوں کو اسلامی احکام کا التزام کرنے سے باز رکھا ہے اور ایسے لوگوں کے بارے میں ان کا اعتماد مجروح ہو گیا ہے اور مخلصین کے سامنے دعوت کی راہ کو کٹھن اور دشوار گزار بنا دیا ہے کہ وہ یہ علت بیان

کرنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ اسلام اور چیز ہے اور مسلمان اور چیز ہیں۔

سوم: اس مسئلہ کا واضح نہ ہونا ہے کہ انسان کی متوازن تعمیر کس طرح ہو کہ اس میں عبادات کی روح اور اس کے بلند مقاصد سے بھرپور مدد اور رہنمائی حاصل کی گئی ہو، اس لئے کہ تعلیم، نشر و اشاعت کے ادارے اور ذرائع ابلاغ پہلے نمبر پر انسان کی عقلی تعمیر پر توجہ مرکوز کرتے ہیں، اور جسمانی ورزش اور نوجوانوں کے امور سے متعلق وزارتیں انسان کی جسمانی تعمیر و ترقی کو اپنا نشانہ بناتی ہیں اور حق یہ ہے کہ اوقاف کی وزارتیں انسان کی روحانی تربیت کا فریضہ انجام دیں، لیکن ایسے مخلص افراد جو باشعور بھی ہیں اور اصلاح کے خواہش مند بھی ان کی دور بین نگاہیں اس خلل کا ادراک کر لیتی ہیں جو صالح انسان کی تعمیر میں مطلوب عناصر کے درمیان عدم توازن کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے، اور صورت حال انتہائی تلخ ہے کہ اس نے پوری امت کو تنزل و انحطاط، غلامی و ماتحتی، منفی ذہنیت اور ذہنی آوارگی کے گڑھے میں ڈال دیا ہے۔

اسی بنا پر اس بحث کا عنوان: ”الآثار التربویة للعبادات“ (عبادات کا تربیتی اثر) ہے، آثار کا مطلب ہر عبادت کا وہ مبارک اور لازمی اثر ہے جو اسے اس کے شرعی مقاصد کے مطابق ادا کرنے پر مرتب ہوتا ہے، اور تربیتی سے مراد عبادات کے وہ فائدے ہیں جن کا وقوع پذیر ہونا ضروری ہے یعنی تزکیہ نفس، تہذیب اخلاق، روحانی ترقی و بالیدگی، اور مرد مومن کے درج ذیل بنیادی پہلوؤں کی متوازن اصلاح:

۱- روحانی پہلو: یہ وہ پہلو ہے جس سے سعادت بھی جنم لیتی ہے اور شقاوت بھی، اس لئے کہ یہ اس بات کی نمائندگی کرتا ہے کہ بندے کا اپنے پروردگار کے ساتھ کیا تعلق ہے، اور اس کا مندرجہ ذیل تمام پہلوؤں پر گہرا اثر مرتب ہوتا ہے۔

۲- اخلاقی پہلو: اور یہ وہ پہلو ہے جس سے اچھے اعمال یا برے تصرفات، بلند اخلاقی قدریں یا پست عیوب و نقائص، معتدل رغبتیں یا ہلاکت خیز شہوتیں صادر ہوتی ہیں۔

۳- عقلی پہلو: اور یہ وہ پہلو ہے جو ترقی یافتہ تہذیب و تمدن کی بنیاد رکھتا ہے یا سابقہ

کارناموں کی بنیاد بھی منہدم کر دیتا ہے، روئے زمین میں خیر و برکت کا اضافہ کرتا ہے یا اس کو کمزور کرتا ہے، روئے زمین کی طاقت و توانائی اور اس کی دولت و ثروت کو بڑھاتا ہے یا اس میں پگاڑہ فساد اور تباہی و بربادی پھیلاتا ہے۔

۴- جسمانی پہلو: یہ وہ پہلو ہے جو اس زندہ وجود (جسم) کی نمائندگی کرتا ہے جو روح کے ساتھ ملا ہوتا ہے اور عقل پر مشتمل ہوتا ہے اور ہر قسم کی قوت و صلاحیت کی سرگرمی کا مدار بدن کی قوت یا اس کے ضعف پر ہے، بہت سے بلند عزائم اور لمبی چوڑی امیدیں کمزور بدن اور نحیف و لاغر جسم کے سامنے دم توڑ دیتی ہیں، اس لئے اولو العزم اور بلند حوصلہ لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ ان کا جسم بھی توانا و طاقت ور ہو جو روئے زمین کی اصلاح و آباد کاری، اس میں خیر کے بیج ڈالنے، خیر کے پھل چشموں کو جاری کرنے اور اسے عدل انصاف اور امن و سکون کا گہوارہ بنانے کے لئے مسلسل کوشاں اور محو سفر رہے۔

جہاں تک لفظ عبادت کا تعلق ہے تو یہ اسلامی شریعت کی ایک معروف اصطلاح ہے جو معاملات کے مد مقابل استعمال کی جاتی ہے اور عبادت کی اصطلاح، فقہی تناظر میں طہارت، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کے اسرار و احکام میں علمی تحقیق و تدقیق سے مشہور ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ عبادت کا مفہوم ان ہی چیزوں میں منحصر نہیں ہے، جیسا کہ سیکولرزم اور جدت کے علم بردار کہا کرتے ہیں، اسی بنا پر میں عبادت کے اس جامع مفہوم پر زور دیتا ہوں جس کی خاطر اللہ رب العزت نے ہمیں زمین کی خلافت عطا کی ہے، اور وہ یہ ہے کہ عبادت (ان تمام ظاہری و باطنی اقوال و اعمال کا جامع نام ہے جنہیں اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور جن سے وہ راضی ہوتا ہے) جیسا کہ علامہ ابن تیمیہ نے اس کی تعریف کی ہے، اور یہ عقیدہ و اخلاق دونوں کو شامل ہے، اس کے دونوں پہلوؤں کے ساتھ کہ عقائد باطلہ اور اخلاق رزیلہ سے اجتناب ہو اور عقائد صحیحہ اور اخلاق حمیدہ کو اختیار کیا جائے، اسی طرح شریعت کی اصطلاح اپنے دونوں اقسام و ارکان عبادت اور معاملات کو شامل ہے جو زندگی کے مظاہر اور اس کی روح و حقیقت دونوں کو منظم و مزین کرتے ہیں۔

اس کتاب کا اسلوب و انداز یہ ہے کہ اس میں کتاب و سنت کے نصوص پر اعتماد کیا گیا ہے اور پانچوں عبادات کے فقہی احکام ذکر کئے گئے ہیں، پھر اس بات پر توجہ مرکوز کی گئی ہے اور گہری نظر ڈالی گئی ہے کہ ان میں سے ہر عبادت کے کیسے اثرات اس شخص کے مذکورہ بالا چاروں پہلوؤں پر مرتب ہوتے ہیں جو اسے اچھی طرح ادا کرتا ہے، میرا غالب گمان یہ ہے کہ یہ کتاب متوازن تربیت کے اہم گوشوں پر مشتمل ہے پھر بھی اس میں مزید کسی دوسرے پہلو کے اضافہ کی گنجائش ہے۔

”التنویر الإسلامی“ کے سلسلے سے اس کتاب کی اشاعت کو ہم آہنگ کرنے کے لئے ہم نے اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے:

اول: عبادات کا انسان کی روح اور اخلاق پر مرتب ہونے والا تربیتی اثر

دوم: عبادات کا انسان کی عقل اور جسم پر مرتب ہونے والا تربیتی اثر

اللہ رب العزت ہی سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو مفید اور نافع خلق بنائے۔ بے شک وہ ذات

عالیٰ افضل و اکرم اور دعاؤں کو قبول کرنے والی ہے۔

صلاح الدین سلطان

پہلی بحث

مسلمان آدمی کے روحانی پہلو پر عبادات کا تربیتی اثر

مسلمان آدمی کے روحانی پہلو پر طہارت کا تربیتی اثر

اول: اسلام کی ایک شان دار روایت اور اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس نے حدث اور نجاست سے طہارت حاصل کرنے کو فرض قرار دیا ہے تاکہ مسلمان ظاہر کی طہارت کے ساتھ باطن کی طہارت تک پہنچ سکے، اسی بنا پر حجۃ الاسلام امام غزالی فرماتے ہیں:

” سب سے اہم معاملہ باطن کی طہارت ہے، اس لئے کہ یہ بات مستبعد ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان: ”الطهور مشطر الإیمان“^(۱) (پاکی نصف ایمان ہے) سے مراد یہ ہو کہ آدمی اپنے ظاہر کو پانی بہا کر پاک و صاف کر لے اور باطن کو خراب اور نجاستوں اور گندگیوں سے آلودہ رکھے۔“

اور آگے انہوں نے ذکر کیا ہے:

”طہارت کے چار مراتب ہیں: اول: ظاہری بدن کو حدث، نجاست اور گندگی سے پاک کرنا۔ دوم: اعضاء و جوارح کو جرائم اور گناہوں سے پاک رکھنا۔ سوم: قلب کو اخلاق رزیلہ اور عادات قبیحہ سے پاک کرنا۔ چہارم: باطن کو اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے پاک کرنا، اور یہ چوتھی طہارت انبیاء علیہم السلام اور صدیقین کے ساتھ مخصوص ہے۔“ (احیاء علوم

الدین ۱/۱۲۵-۱۲۶)

دوم: اس ظاہری اور باطنی طہارت کی بنا پر یہ طہارت حاصل کرنے والے اللہ تعالیٰ کی محبت کے مستحق ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

(۱) صحیح مسلم، حدیث ابوماک شاعری، کتاب الطہارۃ، باب فضل الوضوء۔

﴿ فِيهِ رَجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ ﴾ (توبہ: ۱۰۸)

(اس میں ایسے لوگ ہیں کہ وہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ خوب پاک

ہونے والوں کو پسند کرتا ہے)

اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ کے ساتھ یہ محبت ایسی ہے جس سے روح کو ایسی صفائی ستھرائی

حاصل ہوتی ہے جس سے سینہ کشادہ اور نفس راضی ہوتا ہے اور دل کو سعادت حاصل ہوتی ہے۔

سوم: وضو کرنے سے نفس ان گناہوں کی گندگی سے پاک ہو جاتا ہے جن کا انسان مرتکب ہوتا

ہے، اور یہ اس لئے کہ اس سلسلے میں ایک حدیث ہے جسے امام مالک، امام نسائی اور ابن ماجہ نے

حضرت عبداللہ صنّاحیؒ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جب مومن بندہ وضو کرتا ہے اور کلی کرتا ہے تو اس کے منہ سے گناہ نکل جاتے ہیں، جب

ناک صاف کرتا ہے تو گناہ اس کی ناک سے نکل جاتے ہیں، جب وہ اپنا چہرہ دھوتا ہے

تو اس کے چہرے سے گناہ دور ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کی آنکھوں کی پلکوں کے نیچے

سے بھی گناہ دور ہو جاتے ہیں، جب وہ اپنے دونوں ہاتھ دھوتا ہے تو گناہ اس کے دونوں

ہاتھوں سے دور ہو جاتے ہیں، یہاں تک کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جاتے

ہیں، اور جب سر کا مسح کرتا ہے تو اس کے سر سے گناہ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ اس کے

دونوں کانوں کے نیچے سے بھی نکل جاتے ہیں، جب وہ اپنے دونوں پیر دھوتا ہے تو گناہ

اس کے دونوں پیروں سے نکل جاتے ہیں، یہاں تک کہ دونوں پیروں کے ناخنوں کے

نیچے سے بھی نکل جاتے ہیں، پھر فرمایا: پھر اس کا مسجد کی طرف جانا اور نماز پڑھنا اس کے

لئے نفل عبادت ہو جاتی ہے۔“ (۱)

بخاری و مسلم نے حضرت عثمان بن عفانؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”مسلمان آدمی جب وضو کرتا ہے اور اچھی طرح کرتا ہے اور نماز پڑھتا ہے تو اس کے وہ

سارے گناہ بخش دئے جاتے ہیں جو اس نماز اور اس سے متصل دوسری نماز کے درمیان

(۱) مؤطا امام مالک، کتاب الطہارۃ باب جامع الوضوء، ۳۱، سنن نسائی کتاب الطہارۃ باب مسح الأذنین مع الرأس۔

اس سے سرزد ہوئے ہوں۔“ (۱)

اس طرح وضو اس کا سبب بنتا ہے کہ روح کی صفائی دوبارہ لوٹ آئے جیسا کہ گندہ سفید کپڑا اگر دھویا جائے اور صاف کر دیا جائے تو اس کی صفائی اور پاکیزگی لوٹ آتی ہے۔

چہارم: طہارت کے افعال کو اللہ کے ذکر کے ساتھ مربوط کیا گیا ہے جس سے اطمینان قلب اور شرح صدر حاصل ہوتا ہے، اس کی وضاحت بہت سی احادیث میں آئی ہے جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

الف- امام مسلم نے حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے تھے:

”اللهم انى أعود بك من الخبث والخبائث“ (۲)

(اے اللہ میں خبیث شیطان مردوں اور عورتوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں)

اور جب آپ بیت الخلاء سے نکلتے تو فوراً اللہ کا ذکر کرتے اور یہ دعا پڑھتے:

”غفرانک“ یا ”الحمد لله الذى أذهب عنى الأذى وعافانى“

((اے اللہ) تیری بخشش مانگتا ہوں) یا یہ کہتے (شکر ہے اس اللہ کا جس نے تکلیف دہ چیز

کو مجھ سے دور کر دیا اور مجھے عافیت دی)

ب- امام احمد اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”اس شخص کی نماز نہیں جو با وضو نہ ہو اور اس شخص کا وضو نہیں جو اس کے شروع میں اللہ کا نام

نہ لے۔“ (۳)

ج- امام مسلم نے حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”تم میں سے جو شخص بھی وضو کرے اور کامل وضو کرے پھر کہے: میں گواہی دیتا ہوں کہ

(۱) صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب الوضوء ثلاثاً ثلاثاً، مسلم کتاب الطہارہ باب فضل الوضوء والصلاة عقبہ۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الحيض، باب ما يقوله إذا أراد أن يدخل الخلاء۔

(۳) سنن ابن ماجہ، کتاب الطہارہ، باب ماجاء فى التسمیة فى الوضوء، حدیث نمبر: ۳۹۰۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔“ تو اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول

دئے جاتے ہیں کہ وہ ان میں سے جس سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔ (۱)

ان اذکار پر یہ ڈھیر سا ثواب ٹھنڈی غنیمت شمار کی جائے گی، اس لئے عقل مند انسان کے لئے مناسب ہے کہ اس کے بارے میں اس کا شوق بڑھ جائے، یہ فضیلت اس غافل انسان کو حاصل نہیں ہو سکتی جسے شیطان اپنے رب کی یاد سے غافل کر دیتا ہے جس کے نتیجے میں اس کا دل سخت اور روح تنگ ہو جاتی ہے، اس کا سینہ مشاغل، تفکرات اور رنج و غم سے بھر جاتا ہے، اور وہ خوش بخشتی کی بجائے تنگی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اس سے نکل نہیں پاتا، خواہ دنیا کے اسباب اسے کتنے ہی میسر ہو جائیں جب تک کہ وہ اللہ کی طرف رجوع نہ کرے اور اپنے قلب و وجدان، اعضاء و جوارح اور زبان سے اللہ کا ذکر نہ کرے۔

پنجم: طہارت ایمان کی ان علامتوں میں سے ہے جن سے قیامت کے دن مومنین پہچانے جائیں گے، اگر یہ علامت نہ ہوتی تو قیامت کے دن مسلمان اور کافر ظاہری ہیئت میں برابر ہوتے، لیکن غسل، وضو، طہارت اور صفائی ستھرائی چہرے میں نور اور ہاتھوں اور پیروں میں چمک پیدا کرتی ہے جس سے نیک لوگ پہچانے جائیں گے اور روسیاہوں سے ممتاز ہوں گے، اسی سلسلے میں بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

”قیامت کے دن وضو کے اثر سے تمہارے چہرے اور ہاتھ پیر روشن اور تاباں ہوں گے، پس تم میں سے جو کوئی اپنی وہ روشنی اور نورانیت بڑھا سکے اور مکمل کر سکے تو وہ ضرور ایسا کرے۔“ (۲)

(۱) صحیح مسلم، کتاب الطہارہ، باب الذکر المستحب عقب الوضوء، اور ترمذی نے اس میں اس دعا کا بھی اضافہ کیا ہے: ”اللهم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المسطهرین“ اے اللہ مجھے بہت توبہ کرنے والوں اور بہت پاک صاف رہنے والوں میں شامل فرما لیجئے۔

(۲) حوالہ سابق باب استحباب إطالة الغرّة والتجلیل۔

روشنی کو بڑھانے کا تعلق چہرے سے ہے اور چمک کا ہاتھوں اور پیروں سے، یہ دونوں ان علامات میں سے ہیں جن سے قیامت کے دن روشنی ظاہر ہوگی، اس کے ذریعہ نیک بندوں کو نبی ﷺ کی شفاعت قیامت کے دن نصیب ہوگی۔

ششم: یہ بات کہ حسی اور ظاہری طہارت کا تعلق روح کی طہارت سے ہے اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ یہ طہارت صرف زندوں تک محدود نہیں رہتی بلکہ مردوں کو غسل دلانا واجب ہے۔ علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

”یہ (غسل میت) سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک واجب ہے۔“ (۱)

علامہ ابن حزم لکھتے ہیں:

”مسلمانوں کے ہر میت کو غسل دینا فرض اور ضروری ہے، اگر کسی مردے کو غسل کے بغیر دفن کر دیا جائے تو نکالنا ضروری ہے۔“ (۲)

اور یہ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہو رہا ہے اور یہ ایسا یقین ہے جس سے کوئی مسلمان عاری نہیں ہوتا، اس لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی اچھی ہیئت اور پاکیزہ طہارت کے ساتھ ہو، لیکن یہاں ایک بلند مرتبہ وہ ہے جس میں طہارت پانی سے نہیں ہوتی، بلکہ عمل سے ہوتی ہے، غسل سے نہیں ہوتی بلکہ قربانی سے ہوتی ہے، اور یہ اس شہید کا مرتبہ ہے جس نے اپنی جان کو شہادت کی تمنا میں اور اللہ کی رحمت و جنت اور اس کی خوشنودی کے شوق میں خالص اللہ تعالیٰ کے لئے پیش کر دیا، تو اس شہید کے جسم سے اگرچہ خون بہہ رہا ہو جو اپنی اصل کے اعتبار سے تو ناپاک ہے، لیکن یہ نجاست اس معنوی اور روحانی طہارت کے سامنے ختم ہو جاتی ہے جس میں وہ اپنے رب کے سامنے پیش ہوتا ہے، اسی بنا پر اسے غسل دینے کی ضرورت نہیں، بلکہ اسی حالت میں کفن دیا جاتا ہے جس

(۱) بدائع الصنائع للکاسانی ۱/۲۹۹، اور دیکھئے: کتاب النیل محمد بن یوسف الطغیثی ۲/۲۱۷، الفقہ للسیّد محمد الحسین

الشیرازی ۱۲/۲۹۹ اور اس پر انہوں نے اجماع مستفیض نقل کیا ہے خواہ وہ اثنا عشریہ حضرات ہوں یا ان کے علاوہ

دوسرے حضرات۔

(۲) المحلی لابن حزم ۲/۲۲۔

میں وہ قتل کیا گیا تھا^(۱)، تاکہ وہ اپنے رب سے خون آلود ہونے کی حالت میں ملے کہ رنگ تو خون کا ہو اور اس کی خوشبو مشک جیسی ہو، اور اللہ تعالیٰ فخر کے ساتھ اپنے بندوں سے کہے کہ یہی وہ شہید ہے جس نے اپنی جان اور اپنا مال اللہ تعالیٰ کے لئے پیش کیا۔

ہفتم: طہارت کے بہت سے احکام وہ ہیں جو بغیر کسی تردد کے اللہ کے حکم کو تسلیم کر لینے کے جذبہ سے انجام پاتے ہیں، اگرچہ وہ حکمت نگاہوں سے اوجھل ہو جس کا ادراک عقل کرتی ہے، لیکن دل تسلیم کرتا ہے کہ یہ حق اور خیر ہے مثلاً جس شخص کو پانی نہ ملے وہ تیمم کرتا ہے جو حقیقی طہارت ہے، اگرچہ ظاہری طور پر یہ ہوتا ہے کہ مٹی پر ہاتھ مار کر بعض اعضاء وضو کا مسح کیا جاتا ہے بعض کا نہیں، اور تیمم غسل سے بھی بے نیاز کر دیتا ہے۔ اسی بنا پر جب سیدنا عمار بن یاسرؓ نے جنابت سے تیمم کرنے کے مسئلہ کو اپنی عقل کے سامنے پیش کیا تو وہ مٹی میں اوٹ پوٹ کرنے لگے، لیکن یہ معاملہ سرتا سر تعبدی ہے جس میں عقل کو دخل نہیں ہے، یعنی مطلقاً اللہ کے حکم کو تسلیم کر لینا ہے اور اس کی تعبیر وثوق، اطمینان، یقین اور دل کو شیطانی وساوس سے محفوظ رکھنے سے کی جاتی ہے یعنی یہ کہ بندہ وہی عمل کرے گا جسے اس کی عقل سمجھے اور جس سے اس کا دل مطمئن ہو، اسی قبیل سے خفین (چمڑے کے موزوں) کے اوپر مسح کرنا ہے، نیچے کے حصے پر نہیں، اور کسی پانی کا پاک ہونا اور کسی کا ناپاک ہونا ہے اور خروج ریح، پیشاب، پاخانہ اور مذی و ودی کے نکلنے سے وضو کرنے کا حکم اور شہوت کے ساتھ منی کے نکلنے سے غسل کی فرضیت ہے، حالاں کہ منی کی نجاست پاخانہ سے کم درجے کی ہے، لیکن اس میں مرجع اور معیار اللہ تعالیٰ کا علم ہے، اور مسلمان عقلی یقین سے تسلیم قلبی تک پہنچتا ہے، چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کی عظیم حکومت، اس کی صنعت و کاریگری کی دقت و بارکی اور اس کی بے مثال تخلیق پر نظر کرنے اور قرآنی آیات اور اس کے اعجاز پر غور کرنے سے اس حقیقت کا ادراک کر لیتا ہے کہ ہر وہ شرعی حکم جو کسی صحیح نص سے ثابت ہے اس کا اعتقاد رکھنا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔

(۱) الکافی لابن قدامہ ۱/۲۳۷-۲۵۳، شرح کتاب البیہ، طیفیش ۱/۲۱۹، ۲

مسلمان آدمی کے روحانی پہلو پر نماز کا تربیتی اثر

معاصی کی کدورت اور گناہوں کے شائبہ سے روح کو صاف ستھرا کرنے میں نماز کا بڑا ہی اہم اور قوی اثر ہے، نماز اللہ تعالیٰ سے مناجات کا راستہ کھولتی ہے اور اس کی ذات پاک سے بندے کا اچھا تعلق پیدا کرتی ہے، اس کی وضاحت درج ذیل پہلوؤں سے ہوتی ہے:

اول: نماز انسان کی روحانی ورزش ہے، لہذا اگر وہ جسم کو غذا فراہم کر کے آسودہ کرے اور روح کی آسودگی کی فکر نہ کرے تو نہ اس کی آنکھ ٹھنڈی ہو سکتی ہے نہ اسے شرح صدر حاصل ہو سکتا ہے، نئی مادی تہذیب نے جسم کے لئے سارے انتظامات کئے، اس کی لذت و راحت اور زیب و زینت کے لئے تمام اسباب مہیا کئے، لیکن اس نے اپنے پیچھے ایسی قوم کو چھوڑا جو تنگ دل اور بیمار ہے، ان کے اندرون میں انتشار اور روحانی ہیجان ہے، اور چونکہ انہوں نے جسم کو آسودہ کیا اور روح کو نظر انداز کیا، اس لئے جسم و روح کے درمیان اس خلل کے واقع ہونے کی وجہ سے ان کا دل ان پر تنگ ہو گیا اور وہ اعصابی امراض اور نفسیاتی الجھنوں کا شکار ہو گئے، جس کی بنا پر بہت سے لوگ انفرادی اور اجتماعی طور پر خودکشی کرتے ہیں اور بہت سے لوگ بغیر کسی شعور و آگہی اور ہدف و مقصد کے احساس کے زندگی گزار رہے ہیں، لیکن نماز کی برکت سے انسان کو اطمینان قلب اور روح کی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے اور نفس صراط مستقیم پر گامزن ہوتا ہے، نماز نفسیاتی الجھنوں اور بیماریوں کا علاج کرتی ہے، اور اللہ کے فضل و کرم سے وہ شفا یاب ہو جاتا ہے، اسی سلسلے میں امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں عبد اللہ بن محمد بن الحنفیہ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ اپنے ایک سرسالی رشتہ کے انصاری صحابی

کے پاس حاضر ہوا، نماز کا وقت آیا تو انہوں نے اپنی باندی سے کہا کہ پانی لاؤ تاکہ میں وضو کر کے نماز پڑھوں اور راحت حاصل کروں، جب انہوں نے دیکھا کہ ہم لوگ اس بات کو اچنبھا سمجھ رہے ہیں تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے:

”اے بلال کھڑے ہو اور ہمیں نماز کے ذریعہ راحت پہنچاؤ۔“ (۱)

اور انہوں نے دوسری روایت حضرت حذیفہ بن الیمانؓ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

”کان رسول اللہ ﷺ إذا حز به أمر صلى“ (۲)

(رسول اللہ ﷺ کو جب کوئی سخت اور اہم معاملہ پیش آتا تو آپ ﷺ نماز پڑھتے تھے)

اس بنا پر نماز ہر مسلمان کے لئے ایک گھنا باغیچہ ہے جس میں مسلمان اپنی راحت اور دلچسپی کا سامان پاتا ہے، اور اس کا دل اللہ رب العزت کی محبت کی ٹھنڈک سے بھر جاتا ہے، جس کی وجہ سے اسے اللہ کے عدل و انصاف کا یقین ہو جاتا ہے، اور وہ اس کے فضل و کرم اور اس کی رحمت کا امیدوار ہو جاتا ہے، اس کے عفو و درگزر اور احسان سے مایوس نہیں ہوتا۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿الذین آمنوا وتطمئن قلوبہم بذكر اللہ الا بذكر اللہ تطمئن القلوب﴾

(الرعد: ۲۸)

(جو لوگ ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں یا دیکھو

اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو تسلی حاصل ہوتی ہے)

دوم: جب مسلمان اپنی نمازوں کی حفاظت کرتا ہے تو اس کا قلب اپنے رب کے ساتھ وابستہ ہو جاتا ہے اور نماز میں اسے حقیقی لذت حاصل ہونے لگتی ہے جس کی برکت سے وہ فرائض کو قائم کرتا ہے اور نوافل کی پابندی کرتا ہے، پھر اسے ہمیشہ ایمان کی حلاوت نصیب ہوتی ہے اور عبادت میں خشوع و خضوع اور مداومت حاصل ہوتی ہے، یہاں تک کہ اس کی برکت سے اس کے اندر قیام لیل و تہجد کا شوق پیدا ہوتا ہے جو ایک نفی عبادت ہے، پھر اسے یہ روحانی قوت حاصل ہوتی ہے کہ اس کے

(۱) المسند ۳۷۱/۵

(۲) المسند ۳۸۸/۵

پہلو خواب گاہوں سے الگ رہنے لگتے ہیں، اور رات میں وہ تہجد سے غفلت کو ناپسند کرتا ہے جو قلب کی حیات اور روح کی پاکیزگی کی سب سے بلند صورت ہے، اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ تتجافى جنوبهم عن المضاجع يدعون ربهم خوفاً وطمعاً ومما رزقناهم
ينفقون فلا تعلم نفس ما أخفى لهم من قرة أعين جزاء بما كانوا يعملون ﴾
(السجده: ۱۷)

(ان کے پہلو اپنی خواب گاہوں سے اس طور پر علاحدہ رہتے ہیں کہ وہ اپنے رب کو خوف سے اور امید سے پکارتے رہتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خیرات کرتے ہیں سوائے لوگوں کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک کا جو سامان خزانہ غیب میں موجود ہے اس کی کسی شخص کو خبر نہیں یہ ان کے اعمال کا صلہ ملے گا جو وہ کیا کرتے تھے) اسی نماز سے نفس کی پاکیزگی، دنیا کی سعادت اور آخرت کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔

سوم: نماز نفس انسانی کو انتشار و پرانگندگی سے، اور دل کو زمین کے رجحانات اور آسمانی اخلاق و اقدار کے درمیان تقسیم ہونے سے محفوظ رکھتی ہے، نماز میں وہ اپنی نیت کو خالص کرتا ہے اور تکبیر تحریمہ کے وقت اپنے نقطہ نظر کی تعیین اپنے اس قول کے ذریعہ کرتا ہے:

﴿ وجهت وجهى للذى فطر السموات والأرض حنيفاً وما أنا من
المشركين ﴾

(میں نے اپنے چہرے کو ہر طرف سے یکسو ہو کر اس ذات کی طرف متوجہ کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں)

پھر جب وہ رکوع کرتا ہے تو نبی اکرم ﷺ کی یہ دعا پڑھتا ہے: اے اللہ میں نے تیرے لئے رکوع کیا اور تجھ پر ایمان لایا اور تیرا فرماں بردار بنا، تیرے سامنے میرے کان، میری آنکھ، میرا دماغ میری ہڈی اور میرے خون سب جھک گئے، اور جس عبادت پر میرا قدم جما وہ سب اللہ رب العالمین کے لئے ہے، اور جب وہ سجدہ کرتا ہے تو یہ دعا پڑھتا ہے: میرا چہرہ اس ذات عالی کے سامنے سجدہ ریز ہے جس نے اسے پیدا کیا اور اس میں صورت بنائی اور اس میں کان اور آنکھ بنائے، پس اللہ کی ذات

بڑی بابرکت ہے جو سب سے اچھا پیدا کرنے والا ہے۔

یہ ایسے اونچے کلمات ہیں کہ اگر قلب ان کی موافقت کرے اور عقل ان کے ساتھ مشغول ہو تو نفس کو خواہشات سے اور ان فتنوں سے دور رکھنے میں بڑا ہی اہم کردار ادا کر سکتے ہیں جو قلوب پر طاری ہوتے ہیں اور ان کے اثر سے انسان اس شخص کی طرح ہو جاتا ہے جس کو شیطانوں نے صحرا و بیابان میں بے راہ کر دیا ہو اور حیران و سرگشتہ چھوڑ دیا ہو، اس کے اغراض نہایت پست اور خواہشات سفلی ہوتے ہیں کہ اگر وہ ان میں سے بعض تک رسائی حاصل کر لے تو گویا اسے سراب ہاتھ آ گیا اور اگر اس کا کوئی حصہ فوت ہو جائے تو وہ قلق و اضطراب اور حیرانی و تنگی میں مبتلا رہتا ہے، یہی نفسیاتی پرائیونڈگی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ﴾
(الانفال: ۲۴)

(اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ آدمی کے اور اس کے قلب کے درمیان آڑ بن جایا کرتا ہے اور بلا شبہ تم سب کو اس کے پاس جمع ہوتا ہے)

یہ آیت اس تلخ صورت حال کی عکاسی کرتی ہے جس میں لاکھوں انسان مبتلا ہیں اور نماز کے بغیر انہیں تسکین قلب اور جمعیت خاطر نصیب نہیں ہو سکتی ہے۔

چہارم: نماز کی لذت کو کچھ لینے، اس کے مفہوم و معانی کا ادراک کر لینے اور اس کے ثمرات و برکات کا تجربہ کر لینے کے بعد نماز زندگی کا ایک دستور اور منہج بن جاتی ہے کہ جب بھی کوئی مشقت لاحق ہوتی ہے یا کوئی اہم معاملہ پیش آتا ہے تو انسان نماز کا سہارا لیتا ہے اور کسی معاملہ میں اگر تردد اور حیرانی لاحق ہوتی ہے تو وہ نماز استخارہ کے ذریعہ اسے دور کرتا ہے اور پھر پورے وثوق اور یقین کے ساتھ اس جانب رخ کرتا ہے اور اس پہلو کو اختیار کرتا ہے جس کی طرف اللہ اس کی رہنمائی کرتا ہے اور جب اسے کوئی سخت پریشانی لاحق ہوتی ہے تو وہ صلاۃ الحاجۃ پڑھتا ہے، اسی سلسلے میں امام ترمذی نے حضرت عبدالرحمن بن عبد اللہ بن اونی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو

اللہ تعالیٰ سے یا انسانوں میں سے کسی سے کوئی ضرورت ہو تو اسے چاہئے کہ وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرے اور نبی ﷺ پر درود بھیجے، پھر یہ دعا پڑھے:

” لا إله إلا الله العليم الحليم الكريم، سبحان الله رب العرش العظيم، الحمد لله رب العالمين، أسألك موجبات رحمتك وعزائم مغفرتك، والغنيمة من كل بر، والسلامة من كل إثم، لا تدع لي ذنباً إلا غفرته، ولا هما إلا فرجته ولا حاجة هي لك رضا إلا قضيتها يا أرحم الراحمين“ (۱)

(اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ بڑا علم والا، بڑا ہی بردبار اور بہت ہی کرم فرمانے والا ہے، پاک و برتر ہے اللہ عرش عظیم کا مالک، تمام شکر و تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے عالم کا پروردگار ہے اے اللہ میں تجھ سے ان چیزوں کی بھیک مانگتا ہوں جو تیری رحمت کو واجب کرنے والی اور تیری مغفرت کو لازم کرنے والی ہیں، ہر بھلائی میں حصہ اور ہر گناہ سے سلامتی چاہتا ہوں، تو میرا کوئی گناہ بخشے بغیر اور کوئی دکھ اور غم دور کئے بغیر نہ چھوڑ، اور میری کوئی حاجت جو تیرے نزدیک پسندیدہ ہو پوری کئے بغیر نہ رہنے دے، اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے!)

یہ دعائے قنوتِ نفس کی پریشانی اور رنج و غم کو دور کر دے گی اور اس کا سینہ کھول دے گی، اگر فساق و فجار لوگوں کی عادت یہ ہے کہ وہ جب پریشانی اور تنگی میں مبتلا ہوتے ہیں تو بیری سگریٹ یا ان مشروبات کا سہارا لیتے ہیں جن کو وہ روحانی مشروب سے تعبیر کرتے ہیں یا ان نشہ آور چیزوں کو استعمال کرتے ہیں جن میں ان کی جسمانی و روحانی لحاظ سے ہلاکت ہے اور جن کے استعمال کرنے سے وہ عملی اور اخلاقی لحاظ سے انحطاط کا شکار ہوتے ہیں تو جسے انہوں نے دوا تصور کیا وہ بیماری ثابت ہوتی ہے، اس سے فکر و تردد اور رنج و غم میں اضافہ ہو جاتا ہے، لیکن نماز قلب کی زندگی اور روح کی پاکیزگی کا ذریعہ ہے، یہاں تک کہ اگر مسلمان کسی جرم اور گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ خشوع و خضوع والی نماز کا

(۱) سنن الترمذی، باب ما جاء في صلاة الحاجة من أبواب الوتر حدیث نمبر ۳۷۷۔

سہارا لیتا ہے جو اس کے دل سے گناہ کے سیاہ دھبے کو زائل کر دیتی ہے، یہ نماز ہماری اسلامی فقہ میں صلاۃ التوبہ کے نام سے مشہور ہے، اسی سلسلے میں امام ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک مرد کسی عورت کے ساتھ ملوث ہو گیا (مجھے معلوم نہیں کہ معاملہ کس حد تک پہنچا تھا مگر یہ کہ ابھی زنا تک نہیں پہنچا تھا) چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے اس واقعہ کا ذکر کیا، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلْفَا مِنْ اللَّيْلِ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذَلِكَ ذِكْرِي لِلذَّاكِرِينَ﴾ (ہود: ۱۱۳)

(اور دن کے دونوں سروں میں نماز قائم کر اور رات کی کئی ساعتوں میں بھی، یقیناً نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں، یہ نصیحت ہے نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے)

تو اس نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا یہ میرے لئے ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اس کے لئے ہے جو اسے اخذ کرے۔^(۱)

ابن ماجہ نے ایک دوسری روایت سیدنا علی بن ابی طالبؓ سے نقل کی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے ان سے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جو مسلمان بھی کوئی گناہ کرتا ہے پھر اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھتا ہے اور اپنے رب سے مغفرت طلب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادیتے ہیں“^(۲)

پس نماز قلب کی طہارت کا ذریعہ ہے، یہ فطرت کو اس کی صفائی اور نفس کو اس کی پاکیزگی کی طرف لوٹانے کی ضامن ہے، اگر اسے معصیت کی کدورت یا رنج و غم کا بوجھ یا فکر و تردد کی حیرانی و پریشانی لاحق ہوتی ہے تو اس کجی اور فساد کی اصلاح نماز کے ذریعہ ہو جاتی ہے، اور شاید کہ اس کی سب سے اچھی تشبیہ اور سچی تصویر وہ ہے جو بخاری و مسلم کی ایک حدیث میں پیش کی گئی ہے کہ نماز اس دریا کے

(۱) سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ، باب ماجاء فی أن الصلاۃ کفارة حدیث نمبر: ۳۹۸

(۲) حوالہ سابق، حدیث نمبر: ۳۹۵

مانند ہے جس میں مسلمان روزانہ پانچ دفعہ غسل کرتا ہے جس کی وجہ سے اس کے جسم پر کوئی میل باقی نہیں رہتا۔

نماز کی یہی وہ مخفی قوت ہے جس نے ڈاکٹر الکسس کیرل کو اس اعتراف پر مجبور کیا:
 ”شاید کہ انسان کے اندر نشاط و انبساط پیدا کرنے والی جن طاقتوں کا آج تک انکشاف ہوا ہے ان میں سے سب سے بڑی طاقت نماز ہے، اور میں نے ڈاکٹر ہونے کی حیثیت سے دیکھا ہے اور تجربہ کیا ہے کہ بہت سے وہ بیمار جن کا علاج دواؤں اور جڑی بوٹیوں سے نہ ہو سکا اور جب فن طب نے اپنی عاجزی اور در ماندگی کا اعتراف کر لیا تو نماز نے آگے بڑھ کر انہیں بیماریوں سے شفا یاب کیا، بے شک نماز ریڈیم کے کان کی طرح روشنی کا پاور ہاؤس اور فطری طور پر فرحت و نشاط پیدا کرنے والی ہے، نماز کے ذریعہ لوگ اپنی محدود جستجو کو بڑھاتے ہیں، اس لئے کہ وہ ایسی ذات سے مناجات کرتے ہیں اور قوت کے اس سرچشمے سے مخاطب ہوتے ہیں جس کی توانائی اور چستی کبھی ختم ہونے والی نہیں ہے، ہم لوگ جس وقت نماز پڑھتے ہیں اس وقت اپنے آپ کو اس عظیم طاقت سے مربوط کرتے ہیں جو پوری کائنات پر حاوی و مستولی ہے، اس ذات سے ہم عاجزی کے ساتھ یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اس قوت کا کوئی حصہ عطا کرے جس سے ہم اپنی زندگی کی مشکلات و مسائل میں مدد حاصل کریں، بلکہ تنہا عاجزی و گریہ زاری اس بات کی ضامن ہے کہ وہ ہماری طاقت و قوت اور چستی و مستعدی میں اضافہ کرے، ہمیں ایک شخص بھی ایسا نہیں ملے گا جس نے ایک مرتبہ بھی اللہ تعالیٰ سے گریہ و زاری کی ہو اور اس کی گریہ و زاری نے بہتر سے بہتر نتائج پیدا نہ کئے ہوں“ (۱)۔

(۱) العبادۃ فی الإسلام، مولفہ جناب ڈاکٹر یوسف القرضاوی، ۲۳۲، الاعجاز العلمی فی الإسلام، مولفہ محمد کامل عبد الصمد، ۲۵۔

مسلمان آدمی کے روحانی پہلو پر زکاۃ کا تربیتی اثر

مسلمان آدمی کے روحانی پہلووں پر زکاۃ کے حفاظتی اور علاجی اثرات میں جن کی وضاحت درج ذیل ہے:

اول: اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا کیا اور سب سے بلند مقام میں اسے پناہ دی اور اسے سب سے بلند درجہ کی تکریم و تعظیم سے نوازا لیکن انسان کبھی اسفل السافلین کی طرف لوٹ جاتا ہے، اپنے مقام و مرتبہ اور اپنے کردار کو فراموش کر جاتا ہے اور اپنی امانت کو ضائع کر دیتا ہے، انحطاط کا سب سے پہلا سبب مال کی محبت میں غلو کرنا ہے، مال کی وہ فطری محبت جو حد اعتدال پر قائم ہو وہ انسان پر اللہ کی ایک عظیم نعمت ہے تاکہ زمین آباد رہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِنَّ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ﴾ (العادیات: ۸)

(اور بے شک انسان مال کی محبت میں بڑا سخت اور مضبوط ہے)

لیکن اس کی محبت میں غلو انسان کو اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ وہ کمائے اور محروم افراد پر خرچ نہ کرے، اس کی بنا پر وہ ربانی بندہ بننے کے بجائے دنیا کا اسیر اور خواہش نفسانی کا غلام بن جاتا ہے، اسی سلسلے میں بخاری اور ابن ماجہ کی یہ حدیث ہے کہ ایسے لوگوں کے لئے نبی کریم ﷺ نے بددعاء فرمائی ہے، چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

”دینار کا بندہ ہلاک ہو، درہم کا بندہ ہلاک ہو، اور سیاہ منقش چادر کا بندہ ہلاک ہو، اگر اسے دیا جائے تو خوش ہوتا ہے اور نہ دیا جائے تو ناراض ہوتا ہے، وہ ہلاک ہو اور اوندھے منہ ہو

اور جب اس کے جسم میں کاٹنا چھپے تو نہ نکال سکے۔“ (۱)

یہ ہلاکت روحانی بدبختی اور قلب کی تاریکی ہے، جب کہ مال کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کی جگہ لے لیتی ہے اور جو چیز اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے وہ بذات خود مقصود بن جاتی ہے، پس مال کو دنیا میں زندگی گزارنے کا ذریعہ بنایا گیا ہے، تاکہ زمین کی آباد کاری ہو اور دنیا کے ہر گوشے میں اللہ تعالیٰ کو راضی کیا جائے، لیکن جب یہ ذرائع و وسائل مال جمع کرنے کا سبب بن جاتے ہیں اور انسان اسے بذات خود مقصود بنا لیتا ہے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کی اس وعید کا مستحق بن جاتا ہے:

﴿وَبَلَّ لِكُلِّ هَمَزَةٍ لِمَزَةٍ، الَّذِي جَمَعَ مَالَهُ وَعَدَّدَهُ يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ

كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ﴾ (ہمزہ: ۱-۵)

(ہر ایسے شخص کے لئے بڑی خرابی ہے جو عیب نکالنے والا اور طعنہ دینے والا ہو، جو مال جمع کرتا ہو اور اس کو بار بار گنا کرتا ہو، وہ یوں خیال کرتا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس ہمیشہ رہے گا، ایسا ہرگز نہیں ہوگا، البتہ اس کو ایک ایسی آگ میں پھینکا جائے گا جو ہر چیز کو توڑ کر رکھ دے گی، اور اسے بغیر آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ توڑنے والی آگ کیسی ہے)

یہاں زکاۃ آ کر نفس کو مال کی محبت میں غلو کرنے سے اور حلال یا حرام ذریعہ سے اسے حاصل کرنے کی طلب سے نجات دلاتی ہے، اسی بنا پر زکاۃ کا سب سے بڑا مقصد وہ قرار پایا جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول میں ذکر کیا ہے:

﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ

سَكِّنَ لَهُمْ﴾ (التوبہ: ۱۰۳)

(آپ ﷺ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے جس کے ذریعہ آپ ان کو پاک صاف

کر دیں اور ان کے لئے دعا کیجئے، بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لئے موجب اطمینان ہے)

اس طرح زکاۃ انسان کو مال کی غلامی کی گندگی سے نکال کر اللہ کے ان صالح، پاک صاف اور

متقی بندوں کے زمرے میں شامل کر دیتی ہے جو دنیا کو اس طرح حاصل کرتے ہیں کہ ان کی مملوکہ

(۱) سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب فی الکفرین، نمبر: ۳۱۳۶۔

چیزیں ان کے دلوں کی گہرائی تک نفوذ نہیں کرتیں، اس لئے وہ اسے سخاوت اور دریادلی کے ساتھ خرچ کرتے ہیں جس کی بناء پر ان پر اس شکر گزار اور ثواب کے امیدوار مسلمان کی وہ مثالی صورت صادق آتی ہے جسے امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

” نعم المال الصالح للعبد الصالح “ (۱)

(صالح بندے کے لئے صالح مال بہت اچھی چیز ہے)

دوم: علامہ کاسانی حنفی انسان کے نفس پر زکاۃ کے اثر کے بارے میں لکھتے ہیں:

” یہ گناہوں کی نجاست و کدورت سے نفس کو پاک کرتی ہے اور اخلاق کا تزکیہ کر کے اسے جو دو کرم اور مال کے بارے میں بخل کو چھوڑنے کی صفت سے متصف کرتی ہے تو وہ سخاوت و فیاضی کا اور امانتوں کو ادا کرنے اور انہیں ان کے مستحق افراد تک پہنچانے کا عادی ہو جاتا ہے، اسی طرح یہ مالداروں کی طرف سے مال کی نعمت ملنے پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہے۔ (۲)

سوم: بخل کے مرض سے حفاظت کے سلسلے میں اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ ومن يوق شح نفسه فأولئك هم المفلحون ﴾ (التغابن: ۱۶)

(اور جو کوئی اپنے نفسیاتی بخل و حرص سے بچالیا گیا تو یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں)

تو ایسی صورت میں کامیابی بخل کے مرض سے چھٹکارا حاصل کرنے پر منحصر ہے، اور سونا، چاندی، زمین کی پیداوار، سائتمہ جانوروں اور اموال تجارت وغیرہ کی زکاۃ ادا کرنے اور ہر وہ رزق جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہو اس میں سے خرچ کرنے کی وجہ سے ایک مضبوط قلعہ کی حفاظت حاصل ہو جاتی ہے اور نفس انسانی میں بخل کا وہ مرض سرایت نہیں کر پاتا جس کی بنا پر آدمی لوگوں کی محبت اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے سے محروم رہ جاتا ہے، بلکہ اخروی سعادت سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔

پس بخل اور حرص اللہ تعالیٰ کے غضب، جہنم کی ناراضگی اور جنت سے دور کئے جانے کا سبب

(۱) مسند امام احمد ۱۹۷۳-۱۹

(۲) بدائع الصنائع للکاسانی ۳/۲-۳

بناتا ہے، اور وہ مال جسے دنیا و آخرت کی سعادت کے حصول کا ذریعہ ہونا چاہئے تھا وہ دنیا کی بدبختی کا سبب بن جاتا ہے کہ وہ اس کے حاصل کرنے کا حد درجہ حریص بن جاتا ہے، اور اس کی حفاظت میں بے حد مبالغہ کرتا ہے، اور بار بار اسے گنتا ہے، اور آخرت کی بدبختی کا سبب اس طرح ہے کہ وہ مال آگ کی تختیوں یا گنجا سانپ کی صورت میں تبدیل ہو جائے گا، جیسا کہ بخاری کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال عطا فرمایا پھر اس نے اس کی زکاۃ نہیں ادا کی تو وہ مال قیامت کے دن اس آدمی کے سامنے ایسے زہریلے ناگ کی شکل میں آئے گا جس کے انتہائی زہریلے پن کی وجہ سے اس کے سر کے بال جھڑ گئے ہوں گے اور اس کی آنکھوں کے اوپر سفید نقطے ہوں گے، پھر وہ سانپ اس کے گلے کا طوق بنا دیا جائے گا (یعنی اس کے گلے میں لپٹ جائے گا) پھر وہ اس کی دونوں باجھیں پکڑے گا (اور کانے گا) اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں یہ فرمانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے قرآن کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَلَا يَحْسِبَنَّ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخُلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ (آل عمران: ۱۸۰) (۱)

(اور جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے کچھ دے رکھا ہے وہ اس میں اپنی کجی کو اپنے لئے بہتر خیال نہ کریں، بلکہ وہ ان کے لئے نہایت بدتر ہے، عنقریب قیامت والے دن یہ اپنی کجی کی چیز کے طوق ڈالے جائیں گے، آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے اور جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے اللہ تعالیٰ آگاہ ہے)

ان میں ایک حدیث وہ ہے جسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جو اونٹوں والا، گایوں والا اور بکریوں والا ان کی زکاۃ ادا نہیں کرتا تو جب قیامت کا دن

(۱) صحیح البخاری، باب الثغیر، باب ولا تحسبن الذين يتخلون.. حدیث نمبر: ۳۵۶۵، اسی طرح حدیث نمبر: ۱۳۰۳۔

ہوگا تو یہ سب جانور خوب موٹے تازے وہاں آئیں گے اور اسے اپنے سینگوں سے مارتے اور اپنے کھروں سے روندتے جائیں گے، جب ان کا آخری گروہ گذر جائے گا تو ان کا پہلا گروہ لوٹ کر آئے گا یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان (جنت یا دوزخ کا) فیصلہ کئے جانے تک اسے یہی سزا ملتی رہے گی۔“ (۱)

چہارم: زکاۃ نہ ادا کرنے والے کی اس تاریک تصویر کے مقابلہ میں ایک وہ روشن تصویر ہے جو اللہ کے فضل و کرم سے روح اور قلب کو سعادت و کامرانی سے ڈھانپ لیتی ہے اور یہ اس صورت میں ہے جبکہ وہ زکاۃ ادا کرتا ہے اور مال کو راہ خدا میں خرچ کرتا ہے، اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾ (التوبة: ۱۰۴)

(کیا ان کو یہ خبر نہیں کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور وہی صدقات کو قبول فرماتا ہے اور یہ کہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے میں اور رحمت کرنے میں کامل ہے)

اور اس لئے کہ بخاری نے حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”جو شخص حلال کمائی سے کھجور کے برابر صدقہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ تو صرف پاک ہی مال کو قبول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے دائیں ہاتھ میں لے کر قبول کر لیتا ہے پھر وہ اسے اس صدقہ والے کے لئے اس طرح بڑھاتا رہتا ہے جیسا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے پچھرے کو پالتا ہے یہاں تک کہ وہ پہاڑ کے مانند ہو جاتا ہے۔“ (۲)

اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جس شخص کو اللہ کی رحمت کا شعور ہوگا وہ مصیبت زدہ لوگوں کی

(۱) حوالہ سابق۔

(۲) صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب الصدقۃ من کسب طیب، حدیث نمبر: ۱۳۱۰، فلو سے مراد ہے گھوڑے کا بچہ ہے اس لئے کہ اس کا دودھ چھڑایا جاتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد جانور کا ہر وہ دودھ چھڑایا ہوا بچہ ہے جو کھڑ والا ہو اس کی جمع اُفلاء ہے جیسے عدو اور اعداء، دیکھئے: فتح البہدلی ۲۷۹۳۔

مصیبت اور محرومیوں کی محرومی دور کرے گا اور اتنا خرچ کرے گا جس سے بھوکوں اور اپانچ لوگوں کی ضرورت پوری ہو جائے۔

اسی بنا پر جب رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے اس حقیقت کو پایا کہ مال کی قیمت اس میں ہے کہ اسے خوش دلی اور سخاوت کے ساتھ اپنے رب کی خوشنودی تلاش کرنے کے لئے خرچ کیا جائے تو وہ حضرات خیر کے تمام کاموں میں خرچ کرنے کے لئے پہل کرتے تھے، اسی سلسلے کی ایک روایت وہ ہے جسے واقدی، ابن سعد اور ابن کثیر نے نقل کیا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے کے لئے مال خرچ کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت کرتے تھے، چنانچہ غزوہ تبوک کے موقع پر جو صحابی اپنا پورا مال لے کر حاضر ہوئے وہ حضرت ابو بکر صدیقؓ تھے اور حضرت عمر فاروقؓ اپنا آدھا مال لے کر حاضر ہوئے، اور حضرت عباسؓ، حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ، حضرت محمد بن مسلمہؓ مال لے کر آئے اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ دو سو اوقیہ چاندی لے کر آئے، سعد بن عبادہ مال لے کر آئے، عاصم بن عدی نے نوے وستی کھجور صدقہ کیا، اور حضرت عثمان غنیؓ نے ایک تہائی لشکر کا سامان تیار کیا، اس طرح انہوں نے تمام صحابہ سے زیادہ خرچ کیا یہاں تک کہ ان کا خرچ کیا ہوا مال اس لشکر کے اخراجات کے لئے کافی ہو گیا۔ اور ایک ایک آدمی اونٹ لے کر آتا اور اسے دو آدمیوں کو دے دیتا اور کہتا کہ یہ اونٹ تم دونوں کے درمیان مشترک ہے، لہذا تم دونوں باری باری اس پر سوار ہونا، حتیٰ کہ عورتیں اپنی قدرت کے بقدر صدقہ کر رہی تھیں، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک کپڑا ان کے زیورات، پازیبوں اور انگوٹھیوں سے بھر گیا۔ (۱)

علامہ سیوطی نے حضرت عائشہؓ اور حضرت عروہ بن زبیرؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ جس دن ایمان لائے ان کے پاس چالیس ہزار دینار تھے، اسے انہوں نے رسول اللہ ﷺ

(۱) المغازی للواقدي ۳/ ۹۹۱-۹۹۲، الطبقات الكبرى لابن سعد ۲/ ۲۳۸، البدایہ والنہایہ لابن کثیر ۱۵/ ۴، سیرة الخلفاء للسیوطی ۲۳۴، صفحہ الصفوة لابن الجوزی ۱۱۶۔

پر خرچ کر دیا، یہاں تک کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے تو وہاں ایک سائل کو پایا جو مانگ رہا تھا، حضرت صدیق اپنے گھر میں داخل ہوئے تو انہوں نے اپنے لڑکے عبدالرحمن کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا پایا تو ان سے چھین کر سائل کو دے دیا۔ (۱)

ابن الجوزی نے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر حدادؓ نے جس وقت اللہ تعالیٰ کا یہ قول سنا:

﴿وَأَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا﴾ (المزمل: ۲۰)

(اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دو)

تو انہوں نے اپنا وہ باغ صدقہ کر دیا جس میں چھ سو کھجور کے درخت تھے اور وہ ان کا سب سے اچھا مال تھا۔ (۲)

یہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے معاشرہ کی ایک جھلک ہے جس میں ہر صحابی نہ صرف صدقہ فرض ادا کرتے تھے، بلکہ وہ ضرورت سے زائد مال صدقہ کرنے کے لئے سبقت کرتے تھے، اور اس کا سبب یہ تھا کہ ان کا ایمان سچا تھا اور دل پر اللہ کی محبت حاوی تھی، یہاں تک کہ مال کی محبت افضل درجہ اعتدال میں داخل ہو گئی تھی اور یہ وہ صفت ہے جس سے مسلمان کا اپنی زندگی میں متصف ہونا ضروری ہے۔

بخم: صدقۃ الفطر کے وجوب کا ایک بلند روحانی مقصد ہے جس کی طرف ابن ماجہ کی یہ حدیث اشارہ کر رہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے روزہ دار کو فضول و لایعنی اور فحش باتوں کے اثرات سے پاک صاف کرنے کے لئے اور مسکینوں، محتاجوں کے کھانے کے بندوبست کے لئے صدقۃ فطر کو واجب قرار دیا۔ (۳)

اس حدیث کی رو سے صدقۃ فطر چھوٹے، بڑے، مالدار اور فقیر اور مرد و عورت سب کے لئے

(۱) تاریخ الخلفاء للسیوطی ۱/۷۷۔

(۲) صفحۃ الصفوۃ لابن الجوزی ۲/۲۵۲-۲۵۳۔

(۳) سنن ابن ماجہ، کتاب الزکوٰۃ، باب صدقۃ الفطر حدیث نمبر: ۱۸۲۷، حضرت ابن عباسؓ کی حدیث۔

گناہوں کا کفارہ اور پاکیزگی کا ذریعہ ہے، اس لئے کہ یہ سب کے حق میں ضروری ہے اور کبھی لوگ اپنے سے زیادہ محتاج آدمی پر صدقہ کرتے ہیں تو یہ صدقہ ان کے نفس کو پاک کر دیتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ طہارت یہاں پر حسی اور ظاہری نہیں ہے بلکہ معنوی ہے یعنی اس سے روحانی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔

www.KitaboSunnat.com

مسلمان آدمی کے روحانی پہلو پر روزہ کا تربیتی اثر

روزہ کا انسان کے روحانی پہلو پر تمام عبادات سے زیادہ بہتر اثر مرتب ہوتا ہے اس کی وضاحت مختلف پہلوؤں سے ہوتی ہے، جن میں سے اہم درج ذیل ہیں:

روزہ اگر اپنے ارکان و آداب کے ساتھ رکھا جائے تو وہ آدمی میں تقویٰ پیدا کرتا ہے اور تقویٰ اصلاح نفس کی بنیاد ہے، لہذا اگر تقویٰ پیدا ہو جائے تو اس کے نتیجے میں وہ سعادت حاصل ہوتی ہے جو تمام رنج و محن، فکر و تردد اور خوف و خطر کا خاتمہ کر دیتی ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فمن اتقى وأصلح فلا خوف عليهم ولا هم يحزنون﴾ (الاعراف: ۳۵)
 (تو جو شخص تقویٰ اختیار کرے اور درست کرے سوان لوگوں پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے)

اور یہ معلوم ہے کہ خوف اور غم ہی قلبی پریشانی اور قلق و اضطراب کی بنیاد ہے اور تقویٰ اور اصلاح ایسی چیز ہے جو مستقبل کے خوف و خطر اور ماضی کے حزن و غم کا خاتمہ کر دیتی ہے، اور یہ اس لئے کہ تقویٰ کی برکت سے انسان کو وہ کسوٹی حاصل ہوتی ہے جس کے ذریعہ انسان تاریکیوں میں رہنمائی حاصل کرتا ہے اور مصائب و حوادث سے نجات پاتا ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ومن يتق الله يجعل له مخرجا ويرزقه من حيث لا يحتسب﴾
 (الطلاق: ۱۲)

(اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے چھٹکارے کی شکل نکال دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جس کا گمان بھی نہ ہو)

اور آدمی جب تک متقی پرہیزگار ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی ولایت و حمایت کے دائرے میں رہتا ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ (یونس: ۶۲)
 (سن لو کہ اللہ کے دوستوں کے لئے نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے)

اور جہاں تک آخرت میں مسلمان کی سعادت و کامرانی کے حصول میں تقویٰ کے اثرات کا تعلق ہے تو اس کی رضا، راحت نفس اور طمانینت قلب کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول پر یقین کرے:

﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ يَلْبَسُونَ مِنْ سُنْدُسٍ
 وَإِسْتَبْرَقٍ مُتَقَابِلِينَ كَذَلِكَ وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُورٍ عِينٍ يَدْخُلُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَاكْهَةٍ
 آمِنِينَ لَا يَذُقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ وَوَقَاهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ﴾
 (الدخان: ۵۱-۵۶)

(بے شک متقی لوگ پر امن مقام میں ہوں گے، باغوں اور چشموں میں، وہ باریک اور دبیز
 ریشم کا لباس پہنیں گے اور ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے سب باتیں اسی
 طرح ہوں گی اور ہم گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں کی ان سے شادی
 کر دیں گے، وہ ان بانوں میں اطمینان سے ہر قسم کے میوے طلب کر رہے ہوں گے، وہ
 وہاں بجز اس موت کے جو دنیا میں آچکی تھی کسی موت کا مزہ نہیں چکھیں گے اور اللہ تعالیٰ ان
 کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھے گا)

دوم: جو مسلمان اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے وہ پابندی سے روزہ رکھتا ہے اور ماہ رمضان کا
 انتظار کرتا ہے، تاکہ اپنے نفس کو گناہوں سے پوری طرح دھو سکے اور معاصی سے اپنے نفس کو پاک
 کر سکے، اور یہ ایسی چیز ہے جو قلب کے زنگ کو دور کرتی ہے، اس لئے کہ بخاری نے حضرت ابو ہریرہؓ
 سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جو شخص ایمان کے ساتھ اور اجر و ثواب کی امید میں رمضان کی راتوں میں نوافل (تراویح اور تہجد) پڑھے اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دئے جائیں گے اور جو شخص ایمان کے ساتھ اور اجر و ثواب کی طمع میں رمضان کے روزے رکھے اس کے تمام پچھلے گناہ بخش دئے جائیں گے۔“ (۱)

پھر جب رمضان ختم ہو جاتا ہے تو وہ روزہ سے مانوس ہو جاتا ہے اور وہ اس کے لئے قلبی سعادت کا سرچشمہ ہو جاتا ہے، اس لئے کہ اللہ کی رحمت اور اس کے فضل و کرم سے اسے شرح صدر ہو جاتا ہے، پھر وہ شوال میں شش عید کے روزے رکھتا ہے اور ذی الحجہ کے ابتدائی نو دنوں کے روزے رکھتا ہے، خاص طور پر یوم عرفہ (نویں ذی الحجہ) کے روزہ کا اہتمام کرتا ہے اور محرم کی نویں اور دسویں تاریخ (عاشوراء) کا روزہ نہیں چھوڑتا اور شعبان میں کثرت سے روزے رکھتا ہے یا اگر اتنا استطاعت ہو تو ایک دن روزہ رکھتا ہے اور دوسرے دن افطار کرتا ہے اور کم از کم ہر ماہ کے تین دن (ایام بیض) کے روزے رکھتا ہے، اور اس کے ذریعہ مسلمان مرد و عورت ہمیشہ گناہوں سے پاکی حاصل کرتے رہتے ہیں، شاید کہ اسی بنا پر امام مسلم نے اپنی کتاب میں کتاب الصوم کے اندر ایک باب اس عنوان سے قائم کیا ہے: ”صیام النبی ﷺ واستحباب الا یحلی شہرا عن صوم“ (نبی ﷺ کا روزہ رکھنا اور اس کا مستحب ہونا کہ کسی مہینے کو روزہ سے خالی نہ رکھے)

اور مومن کے شرف کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ سے مروی اس حدیث قدسی کا استحضار رکھتے ہوئے روزہ رکھے:

”روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا، روزہ دار میری رضا کی خاطر اپنی شہوت اور کھانے پینے کو چھوڑ دیتا ہے، روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں، ایک خوشی افطار کرتے وقت اور دوسری خوشی اپنے رب سے ملاقات کرنے کے وقت ہوگی۔“ (۲)

پس یہ وہ روزہ یہ جو اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہے، اللہ تعالیٰ کا فضل بندے کی طرف دنیا میں اللہ

(۱) صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب من صام ایمانا و اتقنا حدیث نمبر: ۱۹۰۱۔

(۲) صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب بل ینتول اینی صائم اذ اشم، نمبر ۱۹۰۲۔

کی رحمت پر خوش ہونے کے ذریعہ اور آخرت میں اس کی نعمت کے ملنے اور جہنم سے نجات پانے پر مسرت حاصل ہونے کے ذریعہ لوٹتا ہے، اس لئے کہ مسلم نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جو شخص اللہ کے راستے میں ایک دن روزہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے درمیان اور جہنم کے درمیان ستر سال کی دوری قائم فرمادیتے ہیں۔“ (۱)

سوم: رمضان کے مہینے میں مسلمان خاص قسم کی روحانی فرحت و نشاط محسوس کرتا ہے اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ سرکش شیاطین کو مقید کر دیتا ہے اور فرشتوں کو بھیجتا ہے جو یہ ندا لگاتے ہیں کہ اے بھلائی کے چاہنے والے آگے بڑھ اور اے برائی کے چاہنے والے رک جا، اور بندے کا یہ احساس کہ رمضان میں ایک فرض کی ادائیگی کا اجر و ثواب عام دنوں کے ستر فرض کے برابر ہے اور نفل کا ثواب فرض کے برابر ہے اور یہ کہ یہ جہنم سے رہائی حاصل کرنے اور اللہ کی طرف رجوع کرنے، شب قدر کو تلاش کرنے اور آخری عشرے میں اعتکاف کرنے کا مہینہ ہے، یہ ایسی عظیم روحانی خوراک ہے کہ پورے سال کی دوسری خوراک اس کے برابر نہیں ہو سکتی، سوائے اس حج کے جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی تلاش کرنے کی نیت سے ہو۔

چہارم: اگر مسلمان رمضان کے دنوں میں اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی خواہش چھوڑ دینے کی وجہ سے روحانی نشاط محسوس کرتا ہے تو وہ ہر رات تراویح کی نماز میں قیام لیل کرنے کی وجہ سے اس روحانی نشاط و انبساط سے لطف اندوز ہوتا ہے، ایسے لوگوں کی تعداد تو بہت تھوڑی ہوتی ہے جو پورے سال ہر رات میں آٹھ رکعات نماز تہجد کی پابندی کر کے روحانی نشاط پاتے ہیں جن میں لمبی قراءت کی جاتی ہے، لیکن زیادہ تعداد ان لوگوں کی ہے جو (تہجد کی پابندی نہیں کرتے اس لئے وہ) تراویح کی نماز کی سعادت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جن لوگوں کی کچھ رکعات چھوٹ جاتی ہیں وہ اپنی نماز کی جگہ میں یا مسجد میں اسے مکمل کر لیتے ہیں، اسی طرح فجر سے قبل سحری کھانے کے لئے اٹھنا اور اللہ تعالیٰ

(۱) صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل الصوم ۱/۴۶۵، ابن ماجہ نمبر: ۶۳۸۔

سے اخیر شب میں دعا کرنا بھی روحانی نشاط کا ذریعہ ہے، یہاں تک کہ سحری کھانے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت نازل کرتا ہے اور اس کے فرشتے ان کے لئے دعاء رحمت کرتے ہیں اور یہ اس حدیث کی بنا پر جس کی روایت امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے کی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”سحری میں برکت ہے لہذا اسے ہرگز نہ چھوڑو اگر کچھ نہیں تو اس وقت پانی کا ایک گھونٹ ہی پی لیا جائے، کیوں کہ سحر میں کھانے پینے والوں پر اللہ تعالیٰ رحمت فرماتا ہے اور فرشتے ان کے لئے دعائے خیر کرتے ہیں۔“ (۱)

پنجم: روزہ دار کے لئے روزے میں ایک روحانی انعام یہ ہے کہ اس کی دعا رد نہیں ہوتی، چنانچہ ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت سے رسول اللہ کا یہ ارشاد مروی ہے:

”إن للصائم عند فطره دعوة لا ترد“ (۲)

(بے شک روزہ دار کی افطار کے وقت کی دعا رد نہیں ہوتی)

یہ دعا دنیا و آخرت میں انسان کی سعادت کے حصول کے لئے خیر کی کنجی ہے اس لئے کہ وہ نہایت الحاح اور گریہ زاری کے ساتھ یہ دعا کرتا ہے کہ وہ اس کی دنیا کی بھی اصلاح فرمادے اور آخرت میں بھی اسے جنت الفردوس عطا کر کے سرخرو فرمائے۔

ششم: مسلمان آدمی ایک بھلائی سے دوسری بھلائی کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے، جس کے نتیجے میں اس کا قلبی تعلق اللہ تعالیٰ سے بڑھ جاتا ہے اور دنیا سے تعلق کم ہوتا ہے اور وہ محسوس کرتا ہے کہ اسے اپنے رب کے ساتھ خلوت اختیار کرنے کی ضرورت ہے، چنانچہ وہ اس ماہ کے آخری عشرہ میں اعکاف کا سہارا لیتا ہے تاکہ اللہ کے ساتھ محبت کا تعلق رغبت اور خوف اور امید و بیم کے ذریعہ مضبوط ہو جہاں زبان شب و روز قرآن کریم کی تلاوت اور ذکر و تسبیح سے تر رہتی ہے، اور کان اسے غور سے سن کر لذت و فرحت حاصل کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے عجائبات خلق میں غور کر کے اور مخلوق پر اس کی بے شمار

(۱) صحیح مسلم، کتاب الصوم، باب فضل الصوم، ۱/۴۶۶۔

(۲) سنن ابن ماجہ، کتاب الصوم، باب فی الصائم لا ترد دعوتہ، نمبر ۱۷۵۳۔

نعمتوں کا تصور کر کے اللہ کے عذاب سے ڈرتا ہے اور آنکھیں اشک بار ہوتی ہیں، اور اس کی رحمت کی امید سے دل مطمئن ہوتا ہے اور وہ رب کائنات کے سامنے کثرت سے قیام و قعود اور رکوع و سجود کرتا ہے جس کے نتیجے میں اس کے قلب پر رحمت الہی کا فیضان ہوتا ہے، جسم میں توانائی اور زندگی آتی ہے اور جب اسے وصال کی حلاوت نصیب ہوتی ہے تو وہ ترواح کے ساتھ تہجد، ذکر و دعاء، توبہ و استغفار، اور امید و بیم کے ساتھ گریہ زاری کا اہتمام کرتا ہے، یہاں تک کہ اس ماہ کی خیرات و برکات سے بد بخت کے سوا کوئی محروم نہیں رہتا، اور متقی ہی انسان ان سے بہرہ ور ہوتا ہے، پس نفس اس سہانی آواز سے جو دل کو صاف کرنے والی ہے آسودہ ہو جاتا ہے، اور محبت میں ڈوب جاتا ہے، یہاں تک کہ جب عید کا دن آتا ہے تو وہ اپنے رب سے اپنا انعام وصول کرنے کے لئے عید گاہ کا رخ کرتا ہے جہاں فرشتے اس سے مصافحہ کرتے ہیں، اور وہ خالق کے اخلاق سے آراستہ ہو کر اس کی خلق سے ملتا ہے، فقیروں کے ساتھ احسان کرتا ہے اور گنہ گاروں کا عذر قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ان کے گناہوں کی مغفرت کے لئے دعا کرتا ہے، اور کوتاہی کرنے والوں کو اعمال صالحہ کی رغبت دلاتا ہے، اس طرح وہ ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا اللہ کی نظروں کے سامنے بنایا گیا ہے، اور اس اعتکاف اور خلوت کے بعد جو انسان کو اس کی فطرت سلیمہ کی طرف لوٹا دیتی ہے وہ اسلامی اخلاق و آداب کا پیکر بن جاتا ہے، اور اس طرح روح اپنی تازگی و توانائی اور طہارت پر قائم رہتی ہے اور انسان دنیا و آخرت کی سعادت سے ہم کنار ہوتا ہے۔

ہفتیم: رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف پسندیدہ سنت ہے، چنانچہ اس سلسلہ میں بخاری و مسلم میں حضرت عائشہؓ سے یہ مروی ہے:

”جب یہ عشرہ داخل ہوتا تو آپ ﷺ کمر کس لیتے تھے، شب بیداری فرماتے تھے اور اپنے گھر والوں کو جگاتے تھے۔“ (۱)

یہ اعتکاف ایک بلند روحانی سفر ہے جس میں روح اور نفس کو ان کی تمام گندگیوں اور آلودگیوں سے پاک کرنا ہے۔ صحیح البخاری، کتاب فضل لیلۃ القدر، باب العمل فی العشر الاواخر من رمضان، نمبر: ۲۰۲۳، صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب اجتہادہ فی العشر الاواخر من رمضان ۸۰/۴، کمرکنے سے مراد عورتوں سے الگ تھلگ رہنا ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ عبادت کے لئے مستعد ہو جانا مراد ہے، دیکھئے: فتح الباری لابن حجر ۳/۳۱۶۔

سے پاک صاف کرنے پر پوری توجہ مرکوز کی جاتی ہے، اس لئے کہ اعتکاف جناب استاذ احمد غراب کے الفاظ میں:

”نہ رہبانیت ہے نذمداریوں سے راہ فرار اختیار کرنا ہے، بلکہ وہ زندگی کے سفر میں ایک مختصر سا وقفہ ہے جس میں انسان گہری نظر ڈال کر یہ جائزہ لیتا ہے کہ وہ اس سفر میں کتنا راستہ طے کر چکا ہے اور کتنا باقی ہے اور یکسوئی کے ساتھ خلوت میں عبادت کرنے والا اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے کہ اللہ رب العزت کے جناب میں اس سے کیا کیا کوتاہی سرزد ہوتی ہے اور اس کے تدارک کی کیا صورت ہے۔“

بے شک اعتکاف نفس کو اللہ تعالیٰ کے طریقے پر مجبوس رکھنا ہے اور خوف و امید کی دنیا میں پرواز کرنا ہے اور تقویٰ کے توشہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سفر کرنا ہے اور نفس کو مجاہدہ اور مشقت میں ڈالنا ہے تاکہ اس میں خیر کی جو صلاحیتیں پوشیدہ ہیں وہ اجاگر ہوں اور شر کے وہ رجحانات مغلوب ہوں جن کی طرف نفس تیزی سے مائل ہوتا ہے، بے شک رات کی نمازیں، قرآن کریم کی تلاوت، ذکر و تسبیح کی مداومت، نوافل کی کثرت، نماز میں خشوع و خضوع کے حصول کی کوشش اور اللہ کے لئے کسی سے گہری محبت اور دوستی مسجد کے عادات میں سے ہے، اس پر روزہ اور ماہ صیام کی فضیلت مستزاد ہے، یہ تمام چیزیں یکجا ہو کر مسلمان آدمی کے اندر خیر کی پوشیدہ صلاحیتوں کو پروان چڑھاتی ہیں اور اس کے اعمال خیر میں اضافہ کا سبب بنتی ہیں۔

مسلمان آدمی کے روحانی پہلو پر حج کا تربیتی اثر

حج اللہ تعالیٰ کی طرف ایک سفر ہے جس میں مسلمان دنیا کے ان تمام علاقے سے کنارہ کش ہو جاتا ہے جو اس کی پیدائش کے وقت سے اس کے ساتھ لگے ہوئے تھے حتیٰ کے لباس و پوشاک سے بھی، وہ اس سفر میں اپنی ان عادتوں کو تبدیل کر دیتا ہے جن کا وہ عادی تھا مثلاً خوشبو لگانا، تیل استعمال کرنا، بال کاٹنا، ناخن تراشنا، سر چھپانا اور شکار کرنا وغیرہ۔ حاجی اس سفر میں اپنے اہل و عیال اور مال کو چھوڑ دیتا ہے اور ہر چیز سے خالی ہو کر اللہ تعالیٰ کے لئے نکل پڑتا ہے، ہاں توبہ، انابت الی اللہ، ذکر و دعاء اور عبادت الہی کی سچی رغبت ساتھ ہوتی ہے، اور یہ چیزیں روحانی پہلو کی اصلاح میں اہم کردار ادا کرتی ہیں، اس حقیقت کی وضاحت درج ذیل امور سے ہوتی ہے:

اول: اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر کام کرنے والے کو یہ احساس ہو جائے کہ اس کے تھوڑے سے عمل پر بڑی اجرت ملنے والی ہے تو اس کا دل خوشی سے بھر جائے گا، اسی طرح جب حاجی ان لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور انعامات کو پڑھتا ہے جو حج و عمرہ کی نیت سے اس کے گھر کا قصد کرتے ہیں تو اس سے اس کو شرح صدر حاصل ہوتا ہے، اور اس کے نتیجے میں روئے زمین پر پائے جانے والے ہر مسلمان کے دل میں یہ تمنا اور آرزو انگڑائی لینے لگتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے گھر کے حج اور اپنے نبی کریم ﷺ کی زیارت سے سرفراز اور شرف یاب فرمائے، اور غیر اختیاری طور پر بڑوں کے دل میں بھی یہ خواہش پروان چڑھتی ہے، اور بوڑھے لوگ بھی اس کے خواہش مند ہوتے ہیں اور یہ تمنا کرتے ہیں کہ جب تک ان کے دل اور ان کی آنکھیں خانہ کعبہ، مکہ، مدینہ، منی، عرفات اور مزدلفہ کے

دیدار سے ٹھنڈی نہ ہوں ان کی موت نہ آئے اور اس کی علت حج و عمرہ کے سلسلے میں وارد ہونے والے بہت سارے نصوص ہیں، جن میں سے چند ذیل میں نقل کی جاتی ہیں:

۱- بخاری و مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد

فرمایا:

”ایک عمرہ سے دوسرے عمرہ تک کفارہ ہو جاتا ہے ان گناہوں کا جو ان کے درمیان ہیں اور حج مبرور (مقبول و مخلصانہ حج) کا بدلہ تو بس جنت ہے۔“ (۱)

۲- ترمذی، نسائی اور احمد نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا:

”پے درپے حج و عمرہ کرتے رہو، اس لئے کہ یہ دونوں فقر و فاقہ اور گناہوں کو اس طرح دور کر دیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے اور سونے چاندی کے زنگ اور میل پکیلیں کو دور کر دیتی ہے اور حج مبرور و مقبول کا اجر و ثواب تو بس جنت ہے۔“ (۲)

یہ اور ان کے علاوہ دیگر نصوص جو حج و عمرہ کی فضیلت میں وارد ہیں وہ ان لوگوں کے اندر حج و زیارت کا شوق پیدا کرتے ہیں جو اب تک اس شرف سے محروم ہیں اور جس مسلمان کو ایک مرتبہ یا ایک سے زیادہ مرتبہ یہ شرف حاصل ہو چکا ہے اللہ سے اس کا تعلق بڑھ جاتا ہے اور بار بار حج و عمرہ اور زیارت کرنے کی رغبت پیدا ہوتی ہے، اور کوئی مسلمان ایسا نہیں ملے گا جس کے پاس ذرہ برابر ایمان ہو اور اس کا دل اس ایمانی سفر کے ساتھ اٹکا ہوا نہ ہو حتیٰ کہ وہ مسلمان جو فاسق و فاجر ہیں وہ بھی اس اہم اسلامی رکن اور شعار کی ادائیگی کی سچی خواہش رکھتے ہیں اور دل سے اس کی تمنا کرتے ہیں کہ اللہ اپنے فضل و کرم سے انہیں اس شرف سے نوازے۔

(۱) صحیح البخاری، کتاب العمرة، باب وجوب العمرة، نمبر: ۱۷۷۳، صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل الحج والعمرة ۱/۵۶۶، الجامع الصحیح للإمام الربیع بن حبیب، نمبر: ۴۳۱

(۲) سنن الترمذی، باب ماجاء فی ثواب الحج والعمرة (۸۰۷)، سنن التیامی، کتاب المناکب، باب فضل المتطہرین الحج والعمرة ۵/۱۱۵، الفاظ ترمذی کے ہیں، اور انہوں نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

دوم: حج و عمرہ، قلب کو صفائی سھرائی اور اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرنے کا قیمتی موقع فراہم کرتے ہیں، یہ اس ذکر الہی کا سفر ہے جس کی پابندی سے دل آسودہ ہوتا ہے، اگر جسم چند لقموں سے آسودہ ہو جاتا ہے تو قلب کو اللہ کے ذکر کے مانند کوئی چیز سعادت و آسودگی سے بہرہ ور نہیں کرتی، حج و عمرہ کرنے والا جب اپنے دنیوی مشاغل سے نکل کر مقدس سرزمین پر پہنچتا ہے اور اللہ کے محترم گھر میں قدم رکھتا ہے تو ایسا محسوس کرتا ہے کہ کسی چیز نے اس کے قلب کو آسمان سے اور عرش عظیم سے باندھ دیا ہے، تو وہاں اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا کہ قلب اور زبان دونوں ایک ساتھ اللہ کے ذکر میں مشغول ہوتے ہیں، قرآنی نصوص اور احادیث نبوی سے اس کی وضاحت ہوتی ہے کہ قلب کو زندہ کرنے کے لئے یہ ذکر و اذکار کا سفر ہے، ان میں سے قرآن و حدیث کے چند نصوص درج ذیل ہیں:

الف- اللہ تعالیٰ کا یہ قول:

﴿وَالْبَدَنَ جَعَلْنَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافٍ﴾ (الحج: ۳۶)

(اور ہم نے تمہارے لئے قربانی کے اذنیوں کو عبادت الہی کی نشانی اور یادگار مقرر کیا ہے، ان میں تمہارے لئے اور بھی فائدے ہیں سو تم ان کو قربانی کرتے وقت تظار میں کھڑا کر کے ان پر اللہ کا نام لیا کرو)

ب- اللہ تعالیٰ کا یہ قول:

﴿فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ﴾ (البقرة: ۱۹۸)

(جب تم عرفات سے لوٹو تو مشعر حرام کے پاس ذکر الہی کرو)

ج- اللہ تعالیٰ کا یہ قول:

﴿فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا﴾ (البقرة: ۲۰۰)

(پھر جب تم ارکان حج ادا کر چکو تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو جس طرح تم اپنے باپ دادوں کا ذکر

کیا کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ)

د- اللہ تعالیٰ کا یہ قول:

﴿وَإِذْ كَرُوا اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَعْدُودَاتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ

تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقَىٰ﴾ (البقرہ: ۲۰۳)

(اور اللہ کی یادان گنتی کے چند دنوں (ایام تشریق) میں کرو، دو دن کی جلدی کرنے والے پر بھی کوئی گناہ نہیں اور جو پیچھے رہ جائے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں، یہ پرہیزگار کے لئے ہے)

ھ- دارمی کی وہ حدیث جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

”بیت اللہ کا طواف، رمی جمار، اور صفا و مروہ کے درمیان سعی اللہ تعالیٰ کے ذکر کو قائم کرنے

کے لئے ہے۔“ (۱)

ان نصوص سے قلب کے ذریعہ ذکر کرنے کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے، یہاں تک کہ حاجی کے دل میں خشوع اور عاجزی پیدا ہو جاتی ہے، وہ جب بھی شعائر اللہ میں سے کسی کا قصد کرتا ہے تو دائمی ذکر کے ساتھ۔ اور شاید کہ حضرت عائشہؓ نے حج کی حقیقت کو پایا جب کہ انہوں نے حج کے ان تمام ارکان و مناسک کو ذکر اللہ قائم کرنے کا ذریعہ قرار دیا جس میں قلوب کی زندگی اور سینوں کی شفا ہے۔

سوم: اس کے ساتھ تلبیہ بھی متعلق ہے جو حج و عمرہ کے خاص شعائر میں سے ہے، اس کی

فضیلت میں ابن ماجہ کی حدیث حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”اللہ کا مومن و مسلم بندہ جب حج یا عمرہ کا تلبیہ پکارتا ہے (اور کہتا ہے لبیک اللہم لبیک

الح) تو اس کے داہنی طرف اور بائیں طرف اللہ کی جو بھی مخلوق ہوتی ہے خواہ وہ بے جان

پتھر یا درخت یا ڈھیلے ہی ہوں وہ بھی اس بندے کے ساتھ لبیک کہتی ہیں یہاں تک کہ

زمین اس طرف اور اس طرف سے تمام ہو جاتی ہے۔“ (۲)

اور تلبیہ کا مطلب ہے (حج کے سلسلے میں) اللہ کی پکار کو محبت اور رغبت کے ساتھ قبول کرنا،

(۱) سنن الدارمی، کتاب المناسک، نمبر: ۱۸۵۲۔

(۲) سنن ابن ماجہ، کتاب الحج، باب التلبیۃ ۹۷۴/۲۔

صرف خوف اور دہشت کے ساتھ نہیں، لہذا وہ بیوی جسے اس کا شوہر پکارتا ہے وہ اسکی پکار پر اسی وقت لبیک کہہ سکتی ہے جب کہ وہ اس سے سخت محبت کرنے والی ہو اور اس سے پوری طرح خوش ہو، اور اللہ کے لئے سب سے اونچی مثال ہے اور بندہ جب تلبیہ کا اعلان کرتا ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ وہ ایسا دل لے کر آیا ہے جو اللہ سے محبت کرنے والا، اس کی رحمت کا امیدوار اور اس کے عذاب سے ڈرنے والا ہے، لیکن یہ تلبیہ اللہ کی پکار کو قبول کرنے والے اس حاجی تک محدود نہیں رہتا، بلکہ وہ اللہ کی پوشیدہ محبت ان تمام مخلوقات میں بھی اجاگر کر دیتا ہے جو اس کے آس پاس ہوتے ہیں یعنی پتھر، درخت، مٹی، پہاڑ اور زمین و آسمان، یہ سب تلبیہ پڑھنے لگتے ہیں اور اس حاجی یا عمرہ کرنے والے کے ساتھ ان پاکیزہ کلمات میں شریک ہو جاتے ہیں، اور یہ انسان اور کائنات کے درمیان ایمانی موافقت اور ہم آہنگی کی سب سے بڑی صورت ہے، ایسی ہم آہنگی جو توحید، اور اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کو تسلیم کر لینے اور تنہا اس کی عبادت کرنے کی بنیاد پر قائم ہوتی ہے اور یہ ایسا شعور و احساس ہے جو عبادت کرنے والے کے قلب کو قوت و توانائی سے بھر دیتا ہے، اس لئے کہ وہ (اس پوری کائنات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ کرتا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سورہ حج کی آیات کے مضامین میں فرمایا:

﴿الْم تَرَأْنِ اللّٰهَ يَسْجُدْ لَهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ
وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ وَكَثِيْرٌ حَقَّ
عَلَيْهِ الْعَذَابُ﴾ (الحج: ۱۸)

(کیا تو نہیں دیکھ رہا کہ اللہ کے سامنے سجدے میں ہیں سب آسمانوں والے اور سب زمینوں والے اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت سے انسان بھی، ہاں بہت سے وہ بھی ہیں جن پر عذاب کا مقولہ ثابت ہو چکا ہے)

یہ آیت کائنات اور مسلمان آدمی کے درمیان سجدہ میں ہم آہنگی کی بلندی کی نمائندگی کرتی ہے اور شاید کہ یہ ان مقدس مقامات کے ایمانی جذبات کی تفسیر ہے، اس لئے کہ یہ مقدس مقامات سال بھر ذکر، دعا اور تلبیہ سنتے ہیں اور حاجیوں کے ساتھ تلبیہ پڑھنے میں شریک ہوتے ہیں جس کی بنا پر وہاں

اس روحانی باد بہاری اور ربانی رحمتوں کا احساس اور مشاہدہ ہوتا ہے جو دوسری جگہوں میں نہیں ہوتا، اور یہ مقدس مقامات اس سرزمین سے قطعاً مختلف ہیں جس میں طرح طرح کے فسق و فجور کا ارتکاب ہوتا ہے، جس سے وہ اذیت محسوس کرتی ہے، ایسی سرزمین سے جب کسی مومن کا گذر ہوتا ہے تو اسے قلبی انقباض ہوتا ہے، اس کے برخلاف جب وہ اس پاکیزہ سرزمین میں داخل ہوتا ہے تو اس کا دل کھل جاتا ہے اور اسے اطمینان اور شرح صدر حاصل ہوتا ہے۔

چہارم: دعا جو عبادت کا مغز ہے وہ حج و عمرہ کے شعائر میں سے ہے، اس لئے کہ حج اور عمرہ کرنے والے احرام باندھتے وقت، مکہ یا مسجد حرام میں داخل ہوتے وقت، بیت اللہ کا طواف کرتے وقت، آب زمزم پیتے وقت، صفا و مروہ کی سعی کے وقت، وقوف عرفہ کے وقت، منیٰ میں قربانی کرتے وقت اور رات گزارتے وقت گریہ و زاری کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے خالص دعا کرتے ہیں، ان تمام متبرک مقامات میں دعا مسنون و مقبول ہے، خواہ وہ دعائیں ہوں جو رسول اللہ ﷺ سے منقول ہیں یا ہر مسلمان کو اس موقع پر جو شرح صدر ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے زبان پر جو دعا جاری ہو جائے، البتہ نبی کریم ﷺ رکن یمانی اور رکن حجر اسود کے درمیان طواف کرتے ہوئے یہ قرآنی دعا پڑھتے تھے:

﴿ربنا آتنا فى الدنيا حسنة وفى الآخرة حسنة وقنا عذاب النار﴾
(البقرہ: ۲۰۱)

(اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں نیکی دے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں جہنم کے عذاب سے نجات دے)

اور صفا کی پہاڑی پر یہ دعا پڑھتے تھے:

” لا إله إلا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد وهو على كل شىء قدير“ (۱)

(اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے بادشاہت

(۱) المؤمنون، باب الحج، کتاب الحج، باب البدء بالصفا فی سعی الریح، ۳۷۲۔

ہے اور تمام تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے)

بہر حال وہ مقامات دعا جن میں قبولیت کا زیادہ گمان ہے وہ درج ذیل ہیں:

الف- حجر اسود کا استقبال کرتے وقت، اس لئے کہ حاکم نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجر اسود کا استقبال اور اس کا بوسہ لیا، پھر اپنے دونوں ہونٹوں کو اس پر رکھا اور دیر تک روتے رہے، پھر آپ ﷺ نے التفات فرمایا تو حضرت عمرؓ رو رہے تھے، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”یا عمر، ہاھنا تسکب العبرات“ (۱)

(اے عمر! یہاں پر آنسو جاری ہوتے ہیں)

ب- آب زمزم پیتے وقت اور یہ اس لئے کہ حاکم نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”ماء زمزم لما شرب له“ (۲)

(زمزم کے پانی سے وہ مقصد پورا ہو جاتا ہے جس کے لئے اسے پیا جائے)

ج- عرفہ کے دن دعا کرنا اس دن کی دعا تمام ایام اور اوقات کے مقابلے میں زیادہ قبول کی جاتی ہے، اسی بنا پر امام مالک نے حضرت طلحہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”ما رؤى الشيطان يوما هو فيه أصغر ولا أذحر ولا أحقر ولا أغیظ منه فی يوم عرفة، وما ذاک إلا لما رأى من تنزل الرحمة وتجاوز الله عن الذنوب العظام“ (۳)

(۱) حاکم نے اسے المستدرک میں روایت کیا ہے، اور صحیحین میں بھی ہے، اور انہوں نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، دیکھئے: ۱۶۷۰، (۳۷۲/۱) نمبر کے ساتھ۔

(۲) سنن ابن ماجہ میں حدیث جابر بن عبد اللہ، کتاب المناسک، باب الشرب من ماء زمزم، نمبر: ۳۰۶۲، ورواہ البخاری من حدیث ابن عباس، کتاب المناسک، حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

(۳) مؤطا امام مالک کتاب الحج، ۴۲۲۔

(شیطان عرفہ حج) کے دن سے زیادہ کسی اور دن زیادہ ذلیل و حقیر، دھتکارا ہوا اور زیادہ غصہ کی حالت میں نہیں دیکھا گیا اور یہ صرف اس لئے کہ وہ (اس دن) دیکھتا ہے کہ اللہ کی رحمت نازل ہو رہی ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے بڑے گناہوں کو معاف کر رہا ہے اور امام مالکؒ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”أفضل الدعاء دعاء يوم عرفه، وأفضل ما قلت أنا والنبيون من قبلي: لا إله إلا الله“ (۱)

(سب سے افضل دعا عرفہ کے دن کی دعا ہے اور سب سے بہتر بات جو میں نے اور مجھ سے پہلے نبیوں نے کہی وہ لا الہ الا اللہ ہے)

یہ نصوص اس بات کی طرف مشیر ہیں کہ مسلمان کے سامنے کثرت سے دعا اور توبہ کرنے، اللہ کی طرف رجوع کرنے اور اچھی طرح گریہ و زاری کرنے کے لئے بڑا ہی اچھا موقع ہوتا ہے، اس دعا کے بعد حج اور عمرہ کرنے والا اس حال میں لوٹتا ہے کہ اس کا قلب اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی سے پکھل جاتا ہے اور اس کا دل اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید سے بھر جاتا ہے، اور شاید کہ یہ (اس شخص کے لئے جو اسے پکھے اور جانے) اس قلبی اور روحانی سعادت کا سب سے وسیع دروازہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو سرفراز فرماتا ہے جو اس کے گھر آتے ہیں اور اس سے گریہ و زاری کرتے ہیں۔

پنجم: حج کے اندر آدمی کے دل میں اللہ کے حکم کو بغیر کسی تردد کے بجالانے کا جذبہ زندہ ہوتا اور پرورش پاتا ہے، اسے اس کا کامل یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا ہے اسی سے دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل ہوگی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ کسی برائی کا ارادہ نہیں کرتا اور یہ مقدس سرزمین ہر موقع پر اس حقیقت کی یاد دہانی کرتی ہے کہ سیدنا حضرت ابراہیمؑ نے نازک سے نازک موقع پر بھی اللہ تعالیٰ کا حکم بجالایا اور بلاچوں و چراوا امرالہی کی تعمیل کی، انہوں نے اللہ کے حکم سے اپنی رفیقہ حیات اور شیر خوار فرزند کو اس خشک صحرا اور بے آب و گیاہ سرزمین میں لاکر چھوڑ دیا جہاں نہ کھیتی تھی نہ

کوئی جانور، نہ کوئی غذا کسی نہ ایک قطرہ پانی، پھر اللہ نے اپنی قدرت سے پیٹھے پانی کا چشمہ جاری کیا جو بھوکوں کے لئے غذا کا کام دیتا ہے اور پیاسوں کی پیاس دور کرتا ہے اور جس میں ہر مریض کے مرض کی دوا ہے، پھر جب ان کے لخت جگر بڑے ہوئے اور کام میں ان کا ہاتھ بٹانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے فرزند اور جگر گوشے کو قربان کر دیں تو انہوں نے اس حکم کی تعمیل میں ذرا بھی تردد اور تاخیر نہیں کی اور صاحب زادے کا موقف بھی تسلیم و رضا کے سوا کچھ نہ تھا۔

اور یہ مقدس مقامات تسلیم و رضا اور ایثار و قربانی کا نشان بن گئے اور قربانی تا قیام قیامت حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی سنت قرار پائی، تاکہ ہر صاحب عقل اس حقیقت کو یاد رکھے کہ عقل کو وحی الہی کی ضرورت ہے، وہ اس سے مستغنی نہیں ہو سکتی اور وحی عقل سے بے نیاز ہے کہ جو مسلمان بھی بلا تردد حکم الہی کی تعمیل کرتا ہے وہ دنیا و آخرت کی کامیابی سے ہم کنار ہوتا ہے۔

ششم: حج کے ارکان و مناسک آخرت کے گھر کی یاد دلاتے ہیں، اسی سلسلے میں شیخ جیطابی

فرماتے ہیں:

”حج و عمرہ کا سفر، سفر آخرت اور معاد کے ہولناک مناظر اور لرزہ خیز احوال کی یاد دلاتا ہے، مثلاً حاجی کا سواری پر سوار ہونا، جنازہ کو تابوت پر سوار کرنے کی مثال ہے، اور اس کا جنگل اور بیابان میں داخل ہونا اور اس کی گھاٹیوں کو پار کر کے میقات تک پہنچنا موت کے بعد دنیا سے نکل کر قیامت کی میقات تک پہنچنے اور وہاں کے پرخطر اور لرزہ خیز احوال کا مشاہدہ کرنے اور وہاں کے سوالات اور مطالبات کی یاد دلاتا ہے اور اس کا اپنے اہل و عیال سے جدا ہو کر سفر کرنا اور ڈاکوؤں اور درندوں کا سامنا کرنا اس کے تہا قبر میں ڈالے جانے اور اس کے کیڑوں مکوڑوں اور سانپ بچھوؤں کا سامنا کرنے کی مثال ہے، اور اس کا احرام باندھنا اور اپنے عمومی لباس کی ہیئت کے خلاف احرام کی چادروں میں لپٹنا کفن کی چادروں کی یاد دلاتا ہے، اس لئے کہ یہ دونوں سلسلے ہوئے نہیں ہوتے اور ان میں بندہ لپٹنا ہوتا ہے، اور میقات پر اس کا تلبیہ پڑھنا اس منظر کی یاد دلاتا ہے جب قیامت کے دن صور پھونکا

جائے گا اور لوگ قبروں سے اٹھ کر پکارنے والے کی آواز پر بلیک کہتے ہوئے میدان محشر میں حاضر ہوں گے اور اس کا پراگندہ بال اور غبار آلود حالت میں حرم میں داخل ہونا قبر سے اٹھنے اور لوگوں کے ہمراہ ننگے بدن اور بدحواسی کی حالت میں ننگا ہیں نیچی کئے ہوئے میدان محشر میں حاضر ہونے کے مانند ہے، اور اس کا تمام زائرین کے ہمراہ تیزی سے مکہ معظمہ کی طرف آنا اس منظر کی عکاسی کرتا ہے جب لوگ قیامت کے دن جنت میں داخل ہونے کی امید کے ساتھ اس کی طرف پلکیں گے اور اس کا بیت اللہ میں داخل ہونا اور غلاف کعبہ سے چمٹنا اللہ رب العزت کی بارگاہ میں حاضری کی مثال ہے۔“ (۱)

(۱) قواعد الاسلام للبحرانی، تصحیح و تعلق بکلی عبدالرحمن بن عمر ۱۲۶/۲-۱۲۷۔

دوسری بحث

مسلمان آدمی کے اخلاقی پہلو پر عبادات کا تربیتی اثر



مرد مومن کے اخلاقی پہلو پر طہارت کا تربیتی اثر

مرد مومن کے اخلاقی پہلو کی اصلاح میں طہارت مختلف حیثیت سے اثر انداز ہوتی ہے، جن میں سے اہم درج ذیل ہیں:

اول: وہ نجاستیں جن سے طہارت حاصل کرنے کو شریعت نے فرض قرار دیا ہے، مثلاً مردار، بہتا ہوا خون، کتا، سور اور غیر ماکول اللحم جانور کا پیشاب اور لید گوبر، قٹی، پیپ، مڈی، اور ودی، یا ان کے علاوہ وہ نجاستیں جنہیں فطرت سلیمہ اور پاکیزہ طبیعتیں خبیث اور ناپاک سمجھتی ہیں اور جن سے ہمیشہ پاک صاف رہنا نظافت اور ترقی کے اخلاقی حس کی حفاظت کرتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ظاہری وحسی ناپائیاں اخلاقی گندگی کا سبب بنتی ہیں، اسی بنا پر ضروری ہے کہ اگر ان نجاستوں میں سے کوئی چیز انسان کے کپڑے یا بدن یا پانی یا اس کی جگہ میں لگ جائے تو وہ ان سے طہارت حاصل کرے، اس طرح وہ باہر سے طرح طرح کی نظافتوں میں گھرا رہے اور اندر سے بھی وہ طہارت سے معمور ہو، تاکہ طہارت کے ذریعہ اس کی اس فطرت کی حفاظت ہو سکے جس پر اللہ نے اسے پیدا کیا ہے۔

دوم: ان نجاستوں کو دور کرنے یا حدوٹوں (حدث اکبر و اصغر) سے طہارت حاصل کرنے کے سلسلے میں ہم دیکھتے ہیں کہ سنت نبوی بلند کلمات کے ساتھ ہماری رہنمائی کرتی ہے، مثلاً استنجاء یا بلند جگہ کو طلب کرنا ہے، اسی طرح استطابہ، اعلیٰ درجہ کی خوشبو طلب کرنے کو کہتے ہیں اور وضوء سے ماخوذ ہے (جس کے معنی روشنی کے ہیں) اور وضوء کے معنی حسن اور نظافت کے ہیں، اسی بنا پر ہم دیکھتے ہیں کہ سیدنا عمر بن الخطابؓ جب ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے جس نے آگ جلا رکھی تھی اور یہ معلوم

نہیں تھا کہ وہ کون لوگ ہیں، تو حضرت عمرؓ نے انہیں یہ کہتے ہوئے پکارا: ”یا اهل الضوء“ (اے روشنی والو) اور یا اهل النار (اے آگ والو) نہیں کہا، اور یہ اسلام کا جاری کردہ طریقہ ہے کہ وہ ہر چیز کو بہتر بنا کر پیش کرتا ہے حتیٰ کہ الفاظ اور ناموں کو بھی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وقل لعبادی یقولوا التی ہی أحسن إن الشیطان ینزغ بینهم﴾

(الإسراء: ۵۳)

(اور میرے بندوں سے کہہ دیجئے کہ وہ بہت ہی اچھی بات منہ سے نکالا کریں کیوں کہ شیطان آپس میں فساد ڈالتا ہے)

اور خود رسول اللہ کا معمول یہ تھا کہ جب آپ دیکھتے کہ کسی نے اپنے بچہ کا نام غلط رکھا ہے تو آپ اسے بدل کر اچھا نام رکھ دیتے، چنانچہ اسی سلسلے میں مسلم کی ایک روایت حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے:

”نبی کریم ﷺ نے ایک عورت کو دیکھا جس کا نام عاصیہ تھا (جس کے معنی گنہگار کے ہیں)

تو آپ ﷺ نے اس کا نام بدل کر جمیلہ رکھا (جس کے معنی خوبصورت کے ہیں)“ (۱)

سوم: طہارت کے آداب کی رعایت کرنے سے مسلمان اس کا عادی بنتا ہے کہ وہ لوگوں کے جذبات کی کس طرح رعایت کرے، چنانچہ قضائے حاجت کے ضروری آداب میں سے یہ ہے کہ آدمی لوگوں کے سایے کی جگہ اور ان کے راستے سے دور بیٹھے، اسی سلسلے میں مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”تم ان دو چیزوں سے بچو جو لعنت کا سبب ہیں، صحابہ نے دریافت کیا، یا رسول اللہ! وہ

لعنت کرنے والی دو چیزیں کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ یہ ہیں کہ کوئی شخص لوگوں کے

راستے یا ان کے سائے میں پاخانہ کر دے۔“ (۲)

یہ ادب انسان کے اس شعور و احساس کو قوت پہنچاتا ہے کہ وہ اپنے آس پاس کے ماحول کی

(۱) المسند ۱۸۲۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب النہی عن التعلیٰ فی الطرق والظلال۔

حفاظت کرے اور دوسروں کو اذیت نہ پہنچائے۔

چہارم: استنجاء، وضو اور غسل کے اندر طہارت کے آداب میں سے یہ ہے کہ پانی کے استعمال میں میانہ روی اختیار کرے خواہ بہتے دریا سے ہی طہارت حاصل کر رہا ہو، اس لئے کہ ابن ماجہ کی روایت ہے:

”رسول اللہ ﷺ نے سیدنا حضرت سعدؓ کو دیکھا کہ وہ پانی کے استعمال میں فضول خرچی کر رہے ہیں تو آپ ﷺ نے پوچھا: اے سعد یہ کیا اسراف ہے، تو انہوں نے پوچھا، کیا پانی کے استعمال میں بھی اسراف ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں، اگرچہ تم کسی بہتے ہوئے دریا پر ہی کیوں نہ ہو۔“ (۱)

یہ ادب طہارت سے منتقل ہو کر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ہر چیز یعنی مال و دولت، لباس و پوشاک اور کھانے پینے میں میانہ روی اختیار کرنے کی عام عادت بن جاتا ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا﴾
(الفرقان: ۶۷)

(اور جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ وہ خرچ کرنے میں تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا ان دنوں باتوں کے درمیان اعتدال کے ساتھ ہوتا ہے) وہ ممالک جو قدرتی اشیاء خصوصاً پانی کے استعمال میں فضول خرچی کی شکایت کرتے ہیں اگر وہ اسلام اور اس کے احکام و آداب کو بنیاد بنا کر لوگوں کو یہ دعوت دیں کہ وہ قدرتی اشیاء کا استعمال بہتر طریقے پر اور میانہ روی کے ساتھ کریں تو لوگ آسانی سے جلد اس دعوت کو قبول کر لیں گے، اور اس کا بہت اچھا اور قوی اثر ہوگا اور ان کی حفاظت کے سلسلے میں کوشش مہیا ہوگی اور زراعتی خطے کو بڑھانے کی صورت میں ان کا استعمال کرنا ممکن ہوگا اور اس طرح ہم غلے اناج اور غذائی اشیاء فراہم کرنے میں خود

(۱) سنن ابن ماجہ، کتاب الطہارۃ، باب ماجاء فی التصدق فی الوضوء، نمبر: ۴۲۵۔

کفیل اور دوسروں کے محتاج اور دست نگر بننے سے مستغنی ہو سکیں گے۔

پہنجم: نجاستوں سے پاکی حاصل کرنے کا اہتمام اور استنجاء، وضو، طہارت اور غسل کے اسباب جب پائے جائیں یا جب مسلمان لوگوں کے ساتھ جمع ہونے کے لئے نکلے تو طہارت حاصل کرنے کی حرص و طمع اسلامی آداب میں داخل ہے، چنانچہ نماز جمعہ و عیدین کے لئے، مکہ میں داخل ہونے کے لئے اور وقوف عرفہ کے لئے غسل کرنا اسی قبیل سے ہے، یہ طہارت مسلمان آدمی کو تمام اوقات میں خوبصورت اور صاف ستھرا رکھتی ہے، اس لئے کہ نمازیں دن رات کے اوقات میں تقسیم کر دی گئیں، پس جب مسلمان نیند سے بیدار ہوتا ہے تو وہ پاکی حاصل کرنے کے لئے سبقت کرتا ہے، بلکہ رسول اللہ ﷺ سے اس بات سے منع فرماتے ہیں کہ وہ اپنا ہاتھ برتن میں ڈالے جب تک کہ اس تین مرتبہ نہ دھو لے، اس لئے کہ وہ نہیں جانتا کہ اس کا ہاتھ کہاں کہاں گیا ہے اور کس حال میں رات گزارا ہے۔ (۱)

پھر وہ جلدی سے وضو کرتا ہے اور اس میں اس کے جسم کے ان اعضاء کی طہارت ہے جن میں بسا اوقات گرد و غبار اور میل پچیل لگ جاتے ہیں، پھر وہ چاشت کی نماز کے لئے وضو کرتا ہے، اور اپنے کام کے دوران وہ ظہر کی نماز کے لئے وضو کرتا ہے، اور کام سے لوٹتے وقت وہ ان گندگیوں اور میل پچیل کو بھی عصر کے وضو میں دور کرتا ہے جو اس کے بدن پر لگ گئے ہوں اور مغرب اور عشاء میں بھی وہ اس طہارت کا حریص ہوتا ہے، جس کے نتیجہ میں وہ رات اس طرح گزارتا ہے کہ تمام گندگی اور میل پچیل سے خالی ہوتا ہے، یہ صفائی ستھرائی کو مسلمان کی عادت اور خصلت بنا دیتا ہے، اس طور پر کہ مسلمان اسے گوارا نہیں کرتا کہ اس کے بدن پر کوئی نجاست یا گندگی لگی رہے، اگر کبھی ایسا ہو تو وہ فوراً اس کی صفائی ستھرائی کی طرف متوجہ ہوتا ہے خواہ کسی نماز کا وقت بھی نہ آیا ہو، اس طرح مسلمان آدمی نظافت کی اعلیٰ خصوصیات سے متصف ہوتا ہے، اس لئے کہ وہ اسے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے طور پر اور

(۱) دیکھئے: صحیح البخاری، کتاب الطہارۃ، باب کہلۃ غمس التوضی وغیرہ یہہ المشاک فی نجاستہا فی الہاناء۔

قیامت کے دن اس کی محبت اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے انجام دیتا ہے، یہاں تک کہ سیدنا حضرت عثمان غنیؓ کے بارے میں مروی ہے:

”وہ اپنے اوپر روزانہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی نیت سے پانی ڈالتے تھے۔“ (۱)

ششم: انسان اس بلند اخلاق اور اعلیٰ ادب سے میت کے غسل میں بھی غافل نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ شرعاً اس کی اجازت نہیں ہے کہ میت کو فاسق و فاجر لوگ غسل دیں یا ایسے نیک لوگ جو راز کی باتوں کو پوشیدہ نہیں رکھ سکتے، بلکہ مناسب یہ ہے کہ میت کے اولیاء غسل دینے اور تجھیز و تکفین میں ایسے لوگوں کو ساتھ رکھیں جن کے قلوب راز کی حفاظت کرنے میں قبروں کے مانند ہوں، تاکہ اگر میت دراختیار ہو جائے تو وہ اس راز کو آشکارا نہ کرے، اور اگر غسل دینے والا امانت دار اور محتاط نہ ہوگا (۲) تو وہ اس راز کو لوگوں کے درمیان ظاہر کر دے گا اور اس کے دشمن اس پر خوش ہوں گے، اور اسلام سے اس سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے، چنانچہ ابن ماجہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے یہ روایت نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”لیغسل موتاكم المأمونون“ (۳)

(تمہارے مردوں کو ایسے لوگ غسل دیں جن کے بارے میں یہ اطمینان ہو کہ وہ راز کا انکشاف نہیں کریں گے)۔

(۱) فتح الباری لابن حجر ۴۲۱/۲۔

(۲) الکافی لابن قدامہ ۲۳۹/۱، یہ بات ملحوظ رہے کہ غسل دلانے والے میں امانت شرط ہے تاکہ غسل بھی مکمل طور پر انجام دیا جائے اور کوئی قباحت نظر آئے تو اسے ظاہر نہ کرے۔

(۳) سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی غسل المیت، نمبر: ۱۳۹۱۔

مسلمان آدمی کے اخلاقی پہلو پر نماز کا تربیتی اثر

مسلمان آدمی کے اخلاقی پہلو کی اصلاح میں نماز کے بہت سے اثرات ہیں جن میں سے اہم چیزیں درج ذیل ہیں:

اول: نماز مسلمان کو اللہ کے حدود پر قائم رہنے والا بنادیتی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ (العنکبوت: ۴۵)

(اور نماز کی پابندی رکھئے بے شک نماز بے حیائی سے اور نامعقول کاموں سے باز رکھتی ہے)

یہ مسلمان کو اونچے اخلاق کے لئے تیار کرتی ہے اس لئے کہ وہ پورے رات دن طہارت و نظافت کا ہمیشہ اہتمام کرتا ہے، پھر وہ کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتا ہے اور دنیا کی زیب و زینت کو اپنے پیچھے چھوڑ دیتا ہے تاکہ آخرت کے لئے توشہ جمع کرے، پھر جب وہ دنیا کی طرف لوٹتا ہے تو وہ اس آدمی کی طرح نہیں ہوتا جو دنیا کے کچر میں گھس جائے بلکہ وہ اسے آخرت کی دھمکی اور نوٹس سمجھتا ہے، وہ اس کی پاکیزہ روزی سے فائدہ اٹھاتا ہے تاکہ اپنے پروردگار کی عبادت پر قوت حاصل کر سکے، نہ وہ دنیا کی زیب و زینت پر بہت زیادہ خوش ہوتا ہے نہ اس کے چلے جانے یا چھن جانے سے بہت زیادہ گھبراتا ہے۔

دوم: نماز آدمی کو اچھی عادتوں کا پابند بناتی ہے، اور بری عادتوں سے بچاتی ہے، وقت کا پابند بناتی ہے، سچا مسلمان ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرتا ہے، اور وقت پر نماز ادا کرنے کا حریص

ہوتا ہے، نماز جس طرح انسان کو اوقات کے منضبط کرنے اور اپنے فرائض کو اس کے مقررہ اوقات سے موخر کرنے کا عادی بناتی ہے، اسی طرح وہ اسے شب و روز مسلسل اوقات میں ضبط نفس کا عادی بناتی ہے کہ نماز کی حالت میں وہ بات اور حرکت نہ کرے، ورنہ اس کی نماز باطل ہو جائے گی، اسی بنا پر علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

”نماز میں نفس کے لئے قید خانہ ہے اور روزہ میں نفس کو شہوت سے روکنا ہے اور ایک یا دو شہوتوں کو روکنا تمام شہوتوں کو روکنے کی طرح نہیں ہے، لہذا روزہ دار اگر عورت اور کھانے پینے کی شہوت سے باز رہتا ہے تو دوسری تمام شہوتوں سے لطف اندوز ہونے کی گنجائش رہتی ہے، مثلاً بات چیت کرنا، چلنا پھرنا، دیکھنا اور لوگوں سے ملاقات کرنا وغیرہ، لہذا جس سے روکا گیا ہے اسے چھوڑ کر ان دوسری چیزوں سے تسلی حاصل کرتا ہے اور نمازی ان تمام چیزوں سے باز رہتا ہے اور اس کے تمام اعضاء و جوارح محبوس و مقید اور تمام شہوتوں سے باز رہتے ہیں۔“ (۱)

لوگ جن آفتوں میں مبتلا ہوتے ہیں ان میں زبان کی آفت سب سے بڑی آفت ہے، اسی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ سے فرمایا:

”وہل یکب الناس علی وجوہہم فی النار إلا حصائد ألسنتہم“ (۲)

(لوگ جہنم میں اوندھے منہ اپنی زبانوں کی کمائی (اور اس کے غلط استعمال) کی وجہ سے ڈالے جائیں گے)

نماز انسان کو اس بات پر قادر بناتی ہے کہ وہ مسلسل اوقات میں نماز کے اذکار کے سوا دوسری باتوں سے باز رہنے کو اپنے اوپر لازم کر لے، تاکہ اسے حسن اخلاق کی نعمت حاصل ہو جائے کہ وہ ہمیشہ اچھی ہی بات کرے، اسی بنا پر امام مسلم نے معاویہ بن الحکم سلمیٰ کی حدیث نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں:

”اسی اثناء میں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ قوم میں سے ایک شخص کو

(۱) الجامع لأحكام القرآن للقرطبی۔

(۲) یہ ابن ماجہ کی روایت ہے، کتاب الفتن، باب کف اللسان فی الفتن۔

اچانک چھینک آگئی تو میں نے یرحمک اللہ (اللہ تم پر رحم کرے) کہا تو لوگ مجھے ترچھی نظروں سے دیکھنے لگے تو میں نے کہا: تمہیں تمہاری ماں روئے تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم میری طرف دیکھ رہے ہو، تو وہ لوگ اپنے ہاتھوں کو اپنے زانوؤں پر مارنے لگے۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھ لی [میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں] میں نے آپ ﷺ سے بہتر معلم نہ آپ ﷺ سے پہلے دیکھا نہ آپ ﷺ کے بعد، قسم خدا کی نہ آپ ﷺ نے مجھے ڈانٹا، نہ مارا، نہ برا بھلا کہا، آپ ﷺ نے فرمایا: اس نماز میں لوگوں کے کلام کی کوئی گنجائش نہیں ہے، نماز میں تو صرف تسبیح، تکبیر اور قرآن کریم کی تلاوت ہوتی ہے۔“ (۱)

سوم: نماز مسلمان کو اس بات کا حریص بناتی ہے کہ وہ ہمیشہ دوسروں کے جذبات بلکہ ان کی بشریت کی رعایت کرے، اور یہ کہ انسان کی طبیعت اور اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے ساتھ سختی اور تشدد کا معاملہ نہ کیا جائے جب تک کہ وہ شریعت کے دائرہ سے باہر نہ ہو:

الف- جب مسلمان بھوک کی شدت و حرارت محسوس کر رہا ہو اور نماز کا وقت آجائے تو وہ نماز میں مشغول ہو کر اپنے آپ کو بھوک کی تکلیف میں مبتلا نہ کرے، بلکہ ایسے موقع کے لئے حدیث میں رہنمائی موجود ہے، مسلم نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جب رات کا کھانا آجائے اور نماز کھڑی ہو جائے تو پہلے کھانا کھاؤ۔“ (۲)

ب- جب کہ ظہر کی نماز یا جمعہ کی نماز میں گرمی سخت ہو تو سنت یہ ہے کہ نماز مؤخر کی جائے یہاں تک کہ گرمی کی شدت کم ہو جائے اور یہ اس لئے کہ مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جب گرمی سخت ہو جائے تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں ادا کرو، اس لئے کہ گرمی کی شدت جہنم

(۱) صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب تحريم الکلام فی الصلاة، ما کھرنی کے معنی ماہرنی کے ہیں یعنی آپ ﷺ نے مجھے نہیں ڈانٹا، کبر کے معنی ڈانٹنا، ہنسا اور کسی انسان کا ترش روی سے استقبال کرنا ہے۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب کرہۃ الصلاة بحضرة الطعام۔

کے سانس لینے سے ہے۔“ (۱)

ج۔ جو شخص امام بن کر لوگوں کو نماز پڑھائے اسے چاہئے کہ ممکن حد تک نماز ہلکی پڑھے تاکہ لوگ نماز سے نہ بھاگیں، اسی سلسلے میں بخاری اور مسلم حضرت ابو مسعود انصاریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

”ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ میں فلاں شخص کی وجہ سے صبح کی نماز سے پیچھے رہ جاتا ہوں اس لئے کہ وہ نماز لمبی کر دیتے ہیں، پس میں نے نہیں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کوئی نصیحت کرتے ہوئے اس قدر غصہ ہوئے ہوں جتنا آپ ﷺ اس دن غصہ ہوئے، آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! بے شک تم میں سے کچھ لوگ نفرت دلانے والے ہیں، تم میں سے جو بھی لوگوں کی امامت کرے تو وہ مختصر نماز پڑھائے، اس لئے کہ اس کے پیچھے بوڑھے، ضعیف اور ضرورت مند لوگ ہوتے ہیں۔“ (۲)

اس حدیث میں لوگوں کے جذبات، حالات اور ضروریات کی رعایت اور انہیں مشقت میں مبتلا نہ کرنے کے سلسلے میں بہت بڑا عملی سبق ہے، اسی بنا پر ہمیں رسول اللہ ﷺ نماز کے ذیل میں یہ تعلیم دیتے ہیں کہ ہم کس طرح دوسروں کے جذبات کو محسوس کریں، چنانچہ بخاری کی حدیث حضرت ابوقادہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں کہ لمبی نماز پڑھوں پھر میں بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو

نماز کو مختصر کر دیتا ہوں اس خدشے سے کہ اس کی ماں کو مشقت لاحق نہ ہو۔“ (۳)

چہارم: نماز کے افتتاح (یعنی تکبیر تحریمہ اللہ اکبر) سے بھی مسلمان جانتا ہے کہ لوگوں کے درمیان اس کا کیا مقام ہے اور ان کے تئیں اس کی کیا ذمہ داریاں ہیں، یعنی وہ پہلا مسلمان ہے اور وہ

(۱) صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب استحباب الإبراد بالظہر فی شدة الحر۔

(۲) صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب من شكا إمامه إذا طول، نمبر: ۷۰۳، صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب أمر لأئمة

تخفيف الصلاة في تمام۔

(۳) صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب من أخف الصلاة عند بقاء الصبي

نمونہ ہے جس کی اقتدا کی جاتی ہے اور وہ مثال ہے جس کی پیروی کی جاتی ہے اور وہ ہماری دنیا کے سب سے اعلیٰ مقام پر پہنچ جاتا ہے اور جب پہلے مسلمانوں نے ہر نماز کے افتتاح و آغاز اور تکبیر تحریمہ کا مفہوم سمجھا تو وہ لوگوں پر حق کی شہادت دینے کے علاوہ کسی اور بات پر راضی نہ ہوئے اور ملک شام، عراق اور مصر کی طرف پیش قدمی کی پھر وہ مشرق کی طرف بڑھے یہاں تک کہ ہند اور سندھ کے شہروں تک پہنچے اور مغرب کی طرف بڑھے یہاں تک کہ مراکش تک پہنچ گئے، پھر مسلمان فاتح قسطنطنیہ آتے ہوئے ایشیا کے ممالک پہنچے اور مغرب کی جبت سے اندلس کے فاتح کے ساتھ یورپ کے ممالک پہنچے، اس طرح زمین اور سمندروں کے اکثر حصے میں اسلامی حکومت قائم ہوئی اور ان کے ساتھ اللہ کا وعدہ پورا ہوا۔

پنجم: جو مسلمان روزانہ کم از کم سترہ مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھتا ہے وہ صاحب فضل کے فضل کو جانے گا اور سب سے پہلا اور سب سے بڑا صاحب فضل اللہ تعالیٰ ہے، اور جس کا بھی ہم پر حق ہے ہم اس کا شکر یہ ادا کریں گے، اس لئے کہ جو لوگوں کا شکر یہ ادا نہ کرے وہ اللہ کا شکر ادا کرنے والا نہیں ہے، اور اسی طرح وہ بار بار اللہ تعالیٰ کا قول: ”الرحمن الرحیم“ پڑھتے ہوئے اللہ کی رحمت سے ناامیدی کی قید سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت کی وسیع امید کی طرف آتا ہے، اور وہ ہمیشہ اپنی آخرت کے لئے عمل کرے گا اور اس سے غافل نہ ہوگا، اس لئے کہ وہ ہمیشگی کا گھر ہے، دائمی نعمت کا یا زلت والے دائمی عذاب کا، اور وہ اپنی عبادت، توکل اور مدد طلب کرنے میں مصروف ہوگا۔ یہ اللہ کے سوا کسی اور سے نہیں ہو سکتا، اور وہ ہمیشہ یہود و نصاریٰ سے الگ اور ممتاز ہے اور ان لوگوں سے ملا ہوا ہے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء علیہم السلام، صدیقین، شہداء اور صالحین، وہ ہر ایک کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہے جس کا وہ مستحق ہے یعنی مسلمانوں کے ساتھ محبت، شفقت اور رحم کا اور غیر مسلموں کے ساتھ بغیر کسی ظلم اور مصالحت کے اسلامی احکام جاری کرتا ہے۔

ششم: وہ مسلمان جو اپنے رب کے سامنے رکوع و سجدہ کرتا ہے اور نماز پڑھتا ہے وہ اس بات سے بالکل انکار کرتا ہے کہ اس کی پیشانی اللہ کے سوا کسی کے سامنے جھکے، وہ کریم النفس اور خوددار ہوتا

ہے، اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہیں کرتا، نہ مال اسے ذلیل کرتا ہے اور نہ وہ بڑے لوگوں کے سامنے جھکتا ہے اور نہ اپنے دین میں ذلت کو راہ دیتا ہے، اور خلقی اور جبلی طور پر عزت اور شرافت کے سوا کسی اور بات پر راضی نہیں ہوتا، اس لئے کہ وہ ہر سجدہ کے ساتھ اللہ رب العزت سے قرب حاصل کرتا ہے، پس وہ قوت کے ان اسباب کو دیکھتا اور محسوس کرتا ہے جس کے ساتھ وہ جابر و ظالم لوگوں کی قوت اور ظلم کو حقیر سمجھتا ہے، اسی بنا پر رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

”من أعطى الذلة من نفسه طانعا غير مكره فليس منا“

(جو شخص بغیر مجبوری کے اپنی خوشی سے ذلت اختیار کر لے وہ ہم میں سے نہیں ہے)

شیخ محمد غزالی لکھتے ہیں:

”عزت، خودداری اور شرافت ان نمایاں خصالتوں میں سے ہے جس کی دعوت اسلام نے دی ہے اور جنہیں سماج کے اندر زندہ کیا ہے اور ان کے مطابق عقائد اور تعلیمات جاری کر کے ان کی آبیاری کی ہے اور حضرت عمر بن الخطابؓ نے اسی حقیقت کی طرف اپنے اس قول کے ذریعہ اشارہ کیا ہے: میں اس آدمی کو پسند کرتا ہوں کہ جب اس کے ساتھ کوئی ذلت آمیز برتاؤ کیا جائے تو وہ جرأت کے ساتھ صاف لفظوں میں کہہ دے کہ نہیں (میں اسے برداشت نہیں کروں گا) مؤذن روزانہ پانچ دفعہ کیا آواز لگاتا ہے؟ وہ اذان کے شروع اور اخیر میں اللہ وحدہ لا شریک لہ کی بڑائی و کبریائی کی آواز لگاتا ہے، وہ اس تکبیر کے کلمات کو بار بار کیوں دہراتا ہے اور تمام حرکات، قیام و قعود اور رکوع و سجود میں اس کلمے کا اعادہ کیوں کرتا ہے؟ تاکہ مسلمان کو اس کا پختہ اور غیر فانی یقین ہو جائے کہ اللہ کے بعد جو بھی تکبیر کرنے والا ہے وہ جھوٹا ہے۔ تو گویا اس نداء کا مقصد یہ ہے کہ دنیا جب بھی لوگوں کو گمراہ کرے تو وہ انہیں درستگی کی طرف لوٹا دے، اسی مفہوم کی تاکید کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء حسنیٰ میں سے دو ناموں (عظیم اور اعلیٰ) کو منتخب فرمایا تاکہ مسلمان اپنے رکوع و سجود کے درمیان انہیں بار بار دہرائے اور اس کی روح میں یہ بات رچ بس جائے کہ عظمت اور بلندی کا مالک صرف اللہ رب العالمین ہے۔“ (۱)

(۱) غلق المسلم للشیخ محمد الغزالی ۲۰۵-۲۰۶۔

ہفتم: مسلمان نماز سے سکون و وقار سیکھتا ہے، جب کہ نماز کی اتنی زیادہ اہمیت کے باوجود اس کے لئے گھر سے تیزی کے ساتھ نکلنا اور راستے میں دوڑنا پسندیدہ نہیں ہے کہ اس سے اس کی وجاہت و مردانگی اور اس کا وقار مجروح ہوتا ہے تو نماز کے علاوہ کسی اور کام کے لئے مسلمان آدمی کا دوڑنا اس کے شایان شان نہیں ہے، بلکہ مناسب یہ ہے کہ وہ سکون و اطمینان سے تمام امور کو انجام دے اور یہ اعتقاد رکھے کہ جو چیز اسے حاصل ہوگی وہ چھوٹے والی نہیں تھی اور جو چیز ہاتھ نہ آئی وہ ہاتھ آنے والی نہیں تھی، یہ عملی سبق ہم اس حدیث سے سیکھتے ہیں جسے بخاری نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جب تم اقامت سنو تو نماز کی طرف چلو اور سکون و وقار کو ملحوظ رکھو اور جلدی نہ کرو جتنی نماز

مل جائے پڑھ لو اور جو رکعات چھوٹ جائیں انہیں بعد میں مکمل کر لو۔“ (۱)

یہ اور اس مفہوم کی دوسری حدیث مسلمانوں کی رفتار کے لئے راستہ مقرر کرتی ہے خواہ مسجد جانے میں ہو یا کہیں اور جانے میں اور اس کا منہج اور طریقہ یہ ہے کہ وہ جسے پالے اسے حاصل کر لے اور جو چھوٹ جائے اسے مکمل کر لے۔

ہشتم: نماز سے مسلمان مرد و عورت کو یہ سبق ملتا ہے کہ واجب اور ضروری کام کو اس کے اول وقت میں ادا کرنے کی کوشش کرے، اسے اس کے مقررہ وقت سے نہ ٹالے، اور اگر اول وقت میں اس کے انجام دینے میں کوئی رکاوٹ پیش آجائے تو محض اس کے اول وقت کے فوت ہونے سے اس کو واجب کو نہ چھوڑے، اور یہ بات اس طرح سمجھ میں آتی ہے کہ فائزہ نمازوں کی قضا کے سلسلے میں اصول یہ ہے کہ اس کے فوت ہونے کے بعد سب سے پہلے جو موقع فراہم ہو اس میں اسے ادا کرے، اس لئے کہ امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ روایت نقل کی ہے:

”رسول اللہ ﷺ جب غزوہ خیبر سے لوٹے تو ایک رات سب لوگ راستے میں سو گئے اور

حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ وہ فجر کا انتظار کریں تو حضرت بلالؓ کھڑے ہوئے اور جتنی نماز ان

(۱) صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب لیسعی إلی الصلاة آیات بالسکینۃ والوقار ۶۳۶۔

کے لئے مقدر تھی وہ انہوں نے پڑھی اور ان پر نیند کا غلبہ ہوا، اور وہ اپنی سواری پر ٹیک لگائے ہوئے تھے، پس رسول اللہ ﷺ اور حضرت بلال اور صحابہ میں سے کوئی بھی اس وقت تک بیدار نہیں ہوا جب تک کہ انہیں دھوپ نہیں لگی، رسول اللہ ﷺ سب سے پہلے بیدار ہوئے، آپ ﷺ کو گھبراہٹ لاحق ہوئی پس آپ ﷺ نے فرمایا: اے بلال! تو حضرت بلال نے کہا: (اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں) میری جان کو اسی ذات نے لے لیا جس نے آپ کی جان کو لیا، آپ ﷺ نے فرمایا: (یہاں سے) کوچ کرو، تو صحابہ اپنی سواریوں کی تکمیل پکڑ کر کچھ دور چلے، پھر رسول اللہ ﷺ نے وضو فرمایا اور حضرت بلال کو حکم دیا تو انہوں نے اقامت کہی، پھر آپ ﷺ نے صحابہ کو صبح کی نماز پڑھائی، پھر جب آپ ﷺ نے نماز پوری کر لی تو فرمایا: ”جو شخص نماز کو بھول جائے تو جب یاد آئے اسے پڑھ لے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَأَقِمِ الصَّلَاةَ

لذکرى﴾ (طہ: ۱۳) (اور میری ہی یاد کے لئے نماز پڑھا کر)۔“ (۱)

یہ حدیث اس کی وضاحت کر رہی ہے کہ آدمی کو کس حد تک اپنی فوت شدہ چیز کی تلافی کرنی چاہئے، اس واقعہ میں یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ فریضہ کی ادائیگی میں اول وقت کے فوت ہو جانے سے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کو کتنی سخت گھبراہٹ لاحق ہوئی، پھر رسول اللہ ﷺ کا اس جگہ سے جہاں نماز فوت ہوئی تھی نکلنا اور دوسری جگہ منتقل ہونا، چونکہ وہاں شیطان موجود تھا، پھر وضو کرنا اور نماز قائم کرنا، اس سے مسلمان یہ سبق سیکھتا ہے کہ واجب اگر اس کی گردن سے متعلق ہو تو ضروری ہے کہ وہ اسے اول وقت میں ادا کرے یا اس پہلی فرصت میں جس میں اسے اس کی ادائیگی کی قدرت ہو۔

اور اگر مسلمان یہ محسوس کرتا ہو کہ ممکن ہے کہ کوئی اہم چیز اس سے فوت ہو جائے تو وہ اس کے لئے سبقت کرے اور محض احتمال کی وجہ سے کسی کام کو نہ چھوڑے اس اصول کی طرف جو حدیث اشارہ کر رہی ہے وہ حدیث ہے جسے مسلم نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں

(۱) صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب قضاء الفائتہ واستحباب تعجلہ۔

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جس شخص کو یہ اندیشہ ہو کہ وہ رات کے آخری حصہ میں نہیں اٹھ سکے گا تو اسے چاہئے کہ ابتدائی شب میں (یعنی عشاء کے ساتھ) وتر کی نماز پڑھ لے اور جس کو یہ امید ہو کہ وہ رات کے آخری حصہ میں بیدار ہو جائے گا تو اس کو چاہئے کہ وہ آخر شب میں (یعنی تہجد کے بعد) وتر پڑھے، اس لئے کہ اس وقت کی نماز میں ملائکہ رحمت حاضر ہوتے ہیں اور وہ وقت بڑی فضیلت کا ہے۔“

اس طرح مسلمان خیر کی طرف سبقت کرنے اور اول وقت میں اس کو انجام دینے کا خواہش مند ہونے میں صحیح طریقہ اختیار کرتا ہے اور عمل کو اول وقت سے صرف اسی صورت میں مؤخر کرتا ہے جب یہ تاخیر خود اس عمل کے لئے مفید ہو، اور اگر اسے اس میں شک ہو تو بہتر یہ ہے کہ وہ اسے فوری طور پر اس کے وقت میں ادا کرے۔

نہم: نماز کی مشروعیت اجتماعی تربیت میں معاون ہے، اس لئے کہ جو مسلمان اپنے بھائیوں کو مسجد میں الفت و محبت کے ساتھ، تکبر اور فخر و غرور سے خالی ہو کر ملتے ہوئے دیکھتا ہے، بلکہ جماعت کی نمازوں میں اور علم و ذکر کے حلقوں میں وہ اپنے بچپن سے مسلمانوں کو ایک صف میں دیکھتا ہے کہ وہ گہری محبت کے ساتھ ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے لئے نمازوں میں اور نمازوں کے بعد دعا کرتے ہیں، یہ اس اجتماعی اور اخلاقی تربیت کی اہم بنیاد ہے جو منہی ذہنیت، خود غرضی اور انفرادیت کی نفی کرتی ہے اور انفرادیت کے نتیجے میں جو امراض پیدا ہوتے ہیں ان کا بھی ازالہ کرتی ہے، یعنی لوگوں سے ڈرنا اور شرمانا، ان سے بعض و حسد رکھنا، ان کے ساتھ اختلاط کو ناپسند کرنا اور ان سے بات چیت کرنے میں زبان کا بند ہو جانا وغیرہ۔

مسلمان آدمی کے اخلاقی پہلو پر زکاۃ کا تربیتی اثر

مال کو نکال کر اس کے مستحق افراد تک پہنچانے کا نام زکاۃ ہے، مال روح کا سگا بھائی ہے اور نفس انسانی میں فطری طور پر اس کی محبت اور اسے جمع کرنے کی خواہش و ودیعت کی گئی ہے لیکن اس کے خرچ کرنے میں مسلمان کے اخلاق کی اصلاح میں مختلف پہلوؤں سے اس کا بڑا گہرا اثر مرتب ہوتا ہے، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

اول: نفس کو بخل جیسی سنگین اور بدترین بیماری سے محفوظ رکھنا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَنْ يُوَقِّ شَحْ نَفْسَهُ فَاُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (التغابن: ۱۶)

(اور جو کوئی اپنے نفسانی بخل و حرص سے بچالیا گیا تو یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں)

یہ بخل جس کی وجہ سے انسان اللہ کے غضب اور مخلوق کی عداوت کا نشانہ بنتا ہے زکوٰۃ و صدقات کے ذریعہ اس کا مکمل علاج اور خاتمہ ہو جاتا ہے، اس لئے کہ وہ اسے اللہ کے عذاب کے خوف سے ہمیشہ خرچ کرنے کا عادی بناتی ہے، خواہ بادل ناخواستہ ہی کیوں نہ ہو، چنانچہ بندہ اپنے نفس سے مسلسل جہاد کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اس کے لئے اس کی قیادت آسان ہو جاتی ہے اور اس کا لگام اس کے لئے نرم ہو جاتا ہے اور وہ خرچ کرنے کی جگہوں میں خرچ کرنے سے باز نہیں آتا اور اقدام کی جگہوں میں اقدام سے پیچھے نہیں ہٹتا اور اسے اس مبارک عمل پر قرآن کریم کی وہ آیات آمادہ کرتی ہیں جن میں مال خرچ کرنے کا ذکر ہے، خواہ صدقات نافلہ کے سلسلے میں اس کا ذکر ہو یا زکاۃ کے سلسلے میں، قرآن کریم میں ایک سو چھتیس (۱۳۶) دفعہ انفاق کا ذکر آیا ہے، جن میں سے تینتیس (۳۳) جگہ براہ راست

خرچ کرنے کا حکم ہے، اور باقی جگہوں میں اس پر ابھارا گیا ہے اور اس کی ترغیب دی گئی ہے۔ (۱)

یہ نصوص اس کثرت سے وارد ہیں کہ وہ مسلمان آدمی کو اس پر آمادہ کرتی ہیں کہ وہ بخل کے مرض کو چھوڑ دے اور فیاضی، فراخ دلی اور رضامندی سے مال خرچ کر کے ثواب حاصل کرے اور اس کے روکنے پر اللہ کا جو غضب نازل ہوتا ہے اس سے بچ سکے۔

دوم: زکاۃ کی برکت سے اگر ایک طرف خرچ کرنے والے مال دار کے دل سے بخل و حرص کا مرض دور ہوتا ہے تو دوسری طرف زکاۃ کا مال لینے والے فقیر کے دل سے بغض و حسد کا مرض زائل ہوتا ہے، بغض و حسد کا وہ مرض جس کی بنا پر فقیر ہر مالدار کو غیظ و غضب اور حسد و عداوت کی نظر سے دیکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو عطا کیا ہے اور مجھے محروم رکھا، اور ناگواری کی نظر سے دیکھتا ہے کہ وہ اپنے مال میں کا کچھ حصہ اسے کیوں نہیں دے دیتا کہ وہ اس سے اپنی کمزوری دور کرے، اپنے کپڑے میں چونڈ لگائے اور اپنے جسم کے ضعف و نقاہت اور لاغر و پزیرگی کا علاج کرے اور اپنی اولاد کی کفالت کرے؟ بغض و حسد کا یہ مہلک مرض اگر مسلم معاشرہ میں بلکہ کسی بھی معاشرہ میں بڑھ جائے تو وہ اس کی تباہی و بربادی کا سبب بنتا ہے، یہ فقیر اس طرح زندگی گزارتا ہے کہ خوش حال طبقہ کی طرف سے اس کا دل بغض و حسد کے جذبات سے پر ہوتا ہے اور اس میں عداوت و نفرت کی آگ دہک رہی ہوتی ہے جو فریقین کے لئے اور ان کے اخلاق کے لئے سم قاتل اور مرض مہلک ہے، لیکن اگر وہ زکاۃ دے کر اس کے ساتھ خیر خواہی اور بھائی چارگی کا معاملہ کرے اور شفقت و محبت سے پیش آئے تو وسائل زندگی سے محروم اس طبقہ کے دل میں مالداروں کے تئیں الفت و محبت اور بھائی چارگی کی روح پیدا ہوتی ہے اور ان کا سینہ نفرت و عداوت اور غل و غش سے پاک ہوتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ اسے دولت و ثروت سے نواز دے تو وہ بھی سماج کے حاجت مند اور نادار افراد کی طرف مدد کا ہاتھ بڑھاتا ہے، اس لئے کہ غربت و افلاس اور محتاجی کی حالت میں جس خوش حال بھائی نے اس کی مدد کی اس کے نتیجہ میں اسے اپنے

(۱) سلطنت ولی الامر فی فرض و وظائف مدیہ، مؤلفہ صلاح الدین سلطان ۱۸۰۰-۱۸۳، قرآن کریم میں زکاۃ یا عام اتفاق کے سلسلے میں جو حکم ہے اس کا تجزیہ اور شمار اس کتاب میں کیا گیا ہے۔

مقابلہ میں دوسرے ضرورت مندوں کی ضرورت کا احساس زیادہ ہوتا ہے اور یہ پر امن بقائے باہم ایسی عظیم نعمت ہے جس کی تعبیر بوسینیا کے صدر علی عزت بیچوفیش نے اپنے اس قول سے کی ہے:

”بے شک اسلام کا مقصد مالداروں کو ختم کرنا نہیں ہے بلکہ فقر و فاقہ کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنا ہے۔“ (۱)

سوم: زکاۃ کا قانون مسلمان کو عفت و پاکدامنی اور عزت نفس کی تعلیم دیتا ہے، اس سلسلے میں وہ حدیث ہے جسے امام مالک اور امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر کوئی شخص اپنی رسی لے اور لکڑی کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے (اور اس کو فروخت کر کے اپنی ضرورت پوری کرے) تو یہ اس سے بہتر ہے کہ کسی سے جا کر سوال کرے، وہ اسے دے یا نہ دے۔“ (۲)

امام احمد نے اپنی مسند میں یہ روایت نقل کی ہے:

”دو شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے اور آپ ﷺ سے صدقہ مانگا تو آپ ﷺ نے ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو محسوس کیا کہ وہ دونوں توانا و تندرست ہیں تو آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو میں تمہیں دے دوں، لیکن (سن لو) صدقہ میں کسی مال دار یا کسی کمانے والے طاقت و رادمی کا کوئی حصہ نہیں ہے۔“ (۳)

یہ نصوص مسلمان کو مال زکاۃ سے دامن بچانے کی صفت سے متصف کرتے ہیں، پس وہ مال عام (صدقات) یا مال خاص (زکاۃ) کا لالچی نہیں ہوتا، بلکہ وہ ہر ایسے جائز عمل کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے جو اسے سوال کی ذلت سے محفوظ رکھ سکے بلکہ وہ اس کی پوری کوشش کرتا ہے کہ اپنے آپ کو فائدہ پہنچائے یا دوسروں پر صدقہ کرے تاکہ دینے میں اس کا ہاتھ اونچا رہے اور بھیک مانگنے میں نیچا نہ رہے۔

(۱) الاسلام بین الشرق والغرب، علی عزت بیچوفیش، ۱۹۷۷ء۔

(۲) صحیح البخاری، کتاب الزکاۃ، باب الاستغناء عن السؤال، نمبر: ۱۳۷۰۔

(۳) سنن الدارقطنی، کتاب الزکاۃ، باب لا تحل الصدقة لغنی، ۱۱۹/۲، المسند ۲۲۳/۳۔

چہارم: زکاۃ آدمی کو جو دو کرم، بذل و سخا، عطاء و نوال اور ایثار و قربانی کے پاکیزہ اخلاق سے متصف کرتی ہے اس کی وہ حالت نہیں ہوتی ہے کہ کسی فقیر اور محتاج کو دیکھ کر اس کی آنکھ پتھر اجائے اور دل مضطرب ہو جائے اس اندیشہ سے کہ کہیں اسے اس کا حق نہ دینا پڑے جس کے نتیجے میں اس کا مال کم ہو جائے اور اس کی دولت گھٹ جائے، بلکہ اسے اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے کی صورت میں بدل عطا کرنے اور زیادہ دینے کا اپنے اس فرمان میں وعدہ فرمایا ہے:

﴿وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ﴾ (سبا: ۳۵)

(اور تم جو چیز بھی خیرات کرو گے اللہ تم کو اس کا عوض عطا فرمائے گا اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے)

لہذا اس کی سخاوت بڑھ جاتی ہے اور اس کی بخشش و نوازش مسلسل جاری رہتی ہے اور یہ امید اور کامل یقین اسے خرچ کرنے پر آمادہ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے رزق میں برکت دے گا اور اپنی بخشش میں اضافہ کرے گا، اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہمیشہ خرچ کرنے کی عادت پر قائم رہتا ہے، سیدنا حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ بہت بڑے سخی اور فیاض تھے، جب ان سے اس بے مثال جو دو سخا کا فلسفہ دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک چیز کا عادی بنا دیا ہے اور میں نے اللہ تعالیٰ کو ایک شیئی کا عادی بنا دیا ہے، پس میں اللہ کے ساتھ اپنی عادت کو نہیں چھوڑوں گا ورنہ اللہ میرے ساتھ اپنی عادت کو بدل دے گا۔“

ان کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے رزق کی کشادگی اور فراوانی دے کر انہیں زیادہ خرچ کرنے کا عادی بنا دیا ہے لہذا وہ خرچ کرنا نہیں چھوڑیں گے ورنہ اللہ کی عطا کی ہوئی کشادہ روزی کا سلسلہ بھی بند ہو جائے گا۔

پنجم: زکاۃ انسان کے اندر دوسروں کی محبت اور ان کی ضرورت کا احساس پیدا کرتی ہے اور اجتماعی تربیت کے لئے تیار کرتی ہے اور دوسروں کے بارے میں جانکاری حاصل کرنے، ان کے

حالات کی تفتیش کرنے، ان کی مدد کے لئے اٹھنے اور ان کی کفالت کے لئے کوشش کرنے کا رجحان پیدا کرتی ہے، قرآن کریم نے ہماری توجہ اس جانب مبذول کی ہے کہ ہم عمومی شکل یا ظاہری طور پر سوال سے احتراز کرنے کا خیال و اعتبار کئے بغیر لوگوں کی ضروریات کی تحقیق کریں، اس وقت یہاں ایسے فقراء بھی ہیں جن پر قرآن کریم کی بیان کردہ یہ تعریف صادق آتی ہے کہ جو شخص ان کے حال سے ناواقف ہے وہ انہیں ان کے سوال سے باز رہنے اور نہ مانگنے کی وجہ سے مالدار سمجھتا ہے، آپ انہیں ان کی نشانی سے پہچان لیں گے، وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے:

﴿يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ
الْحَافَا﴾ (البقرہ: ۲۷۳)

امام شافعی فرماتے ہیں:

”کبھی انسان اپنی کمائی کے ساتھ ایک درہم سے بھی مالدار ہو جاتا ہے اور کبھی اپنے ضعف و مجبوری اور کثرت عیال کی وجہ سے ہزار درہم ہونے کے باوجود بھی فقیر رہتا ہے۔“ (۱)

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تجسس سے کام لیا جائے اور لوگوں کی خفیہ باتوں کی ٹوہ میں رہا جائے، بلکہ صرف ان کی حاجتوں کا پتہ چلایا جائے اور قبل اس کے کہ فقر و فاقہ ان پر اپنا پنچہ گڑائے یا بھیک مانگنے پر مجبور کرے انہیں دے کر بے نیاز کر دیا جائے۔

(۱) فتح الباری ۳/۳۰۷۔

مسلمان آدمی کے اخلاقی پہلو پر روزہ کا تربیتی اثر

روزہ انسان کو مہذب اور شائستہ بنانے اور نفس کو مکارم اخلاق سے آراستہ کرنے کا پابند بنانے میں خاص دخل ہے، اس کی وضاحت درج ذیل پہلوؤں سے ہوتی ہے:

اول: روزہ مکلف انسان کا صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے، پینے، جماع کرنے اور استمناء (منی خارج کرنے) سے نیت کے ساتھ رکے رہنے کا نام ہے، یہ ان غالب شہوتوں کو جامع ہے جو نفس کو زائل کے گڑھے میں گرا دیتی ہے، اسی بنا پر علامہ ابن قیم فرماتے ہیں:

”روزہ کا مقصد نفس کو شہوتوں سے روکنا اور مرغوبات و مالوفات سے چھڑانا ہے اور اس کی شہوانی قوت کے اندر اعتدال اور توازن پیدا کرنا ہے، تاکہ ان چیزوں کی طلب و استعداد پیدا ہو جن کے اندر انسان کی حد درجہ سعادت و خوش بختی کا راز پنہاں ہے، نیز یہ کہ نفس انسانی کے اندر ان امور کو قبول کر لینے کی صلاحیت پیدا ہو جائے جو اسے پاک و صاف کر دینے والے ہیں اور جن پر نفس کی حیات سردی کا دار و مدار ہے، بھوک اور پیاس دراصل نفس کی حدت کو توڑ کر یاد دلاتی ہے کہ ان فاقہ مستوں کا کیا حال ہے جو ہمیشہ بھوک پیاس کی جلتی ریت پر تپتے رہتے ہیں، ماکولات و مشروبات کی گذرگاہوں کے تنگ ہو جانے سے بندہ کی شیطانی گذرگاہیں بھی تنگ ہو جاتی ہیں، فطری طور پر اعضاء کی طاقتیں دنیا و آخرت کے مضرت رساں مرغزاروں میں داخل ہونے سے گریز کرتی ہیں، انسان کے ہر عضو اور ہر طاقت کے اندر سرکشی کا جو مادہ موجود ہے بھوک اور پیاس اسے

ساکت کر دیتی ہے اور اسے ایک لگام لگا دیتی ہے، گویا یہ متقیوں کی لگام، مجاہدوں کی ڈھال، اور نیکو کار و مقرب بندوں کی ریاضت ہے، گویا اللہ کی محبت و خوشنودی میں نفس کے تمام لذائذ و مرغوبات کو ترک کر دینے کا نام روزہ ہے، ظاہری اعضاء و جوارح اور باطنی قوتوں کی حفاظت میں نیز ان اعضاء و قوی کو ایسے اختلاط سے مامون رکھنے میں روزہ کو کمال حاصل ہے جو فاسد مواد کے موجب ہوتے ہیں، یہ فاسد مادے اگر مسلط ہو گئے تو اعضاء و قوی کے اندر فساد پیدا ہو جانا لازمی ہے۔ (۱)

دوم: روزہ مسلمان آدمی کے درمیان اور اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کے درمیان مضبوط رکاوٹ قائم کر دیتا ہے، پس اگر انسان اپنے نفس پر غالب آجائے اور اسے ایسی چیزوں سے جو اصل میں حلال ہیں متعین وقت میں عزم و ارادے کے ساتھ اور اللہ کی مدد سے روکے رکھے تو بلاشبہ اسے ہر وقت حرام چیزوں سے باز رکھنے پر زیادہ قدرت حاصل ہوگی، اور یہ اس لئے کہ انسان کا حرام پر اصرار کرنا مستحکم خواہش، حیران نفس اور غالب شہوت کے نتیجے میں ہوتا ہے اور روزہ پورے ایک ماہ اور نفلی طور پر پورے سال ان شہوتوں سے باز رکھ کر نفس اور اس کی خواہشات سے جنگ کرتا ہے۔

سوم: اسی بنا پر جناب رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

”جو شخص جھوٹی بات بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔“ (۲)

اور رسول اللہ ﷺ ہمیں مطلع فرماتے ہیں کہ مسلمان مرد و عورت کے اخلاق کی اصلاح میں روزہ کا کیا اثر ہے، چنانچہ ابن ماجہ کی حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(۱) زاد المعاد / ۲۱۱۔

(۲) بخاری، کتاب الصوم، باب من لم یدع قول الردود العمل بنی الصوم، نمبر: ۱۹۰۳۔

”جب تم میں سے کسی کے روزہ کا دن ہو تو وہ نقش کلام اور جہالت کی بات نہ کرے اور اگر کوئی اس سے جاہلانہ بات کرے تو اسے یہ کہہ دینا چاہئے کہ میں روزے سے ہوں۔“ (۱)

اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ میں روزہ دار آدمی ہوں اس لئے یہ بات میرے شایان شان نہیں ہے کہ میں سیدھی راہ سے منحرف ہوں، طیش میں آؤں، اپنی زبان کا بے جا استعمال کروں، آواز بلند کروں یا کوئی قبیح کلام کروں، بلکہ روزہ انسان کے نفس کو جہالت کا عمل کرنے یا پیٹ اور شرم گاہ کی شہوت کا ساتھ دینے سے روکتا ہے اور یہ نفس کو مہذب اور شائستہ بنانے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

چہارم: روزہ انسان کو عادت کی قید سے آزاد کر دیتا ہے، چنانچہ جو شخص دن کے ابتدائی حصے یا آخری حصے میں کھانے کا عادی ہوتا ہے اور ظہر کے وقت کم یا زیادہ کھانے کا عادی ہوتا ہے اور نشاط پیدا کرنے والی چیزیں یعنی چائے، قہوہ وغیرہ پینے کا عادی ہوتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ وہ ان عادات کو چھوڑ نہیں سکے گا لیکن جب ماہ صیام آتا ہے یا نوافل روزے رکھتا ہے تو یہ روزہ اس عادت کو ختم کر دیتا ہے اور اسے اس طرح کے قید و بند اور عادت کی غلامی سے آزاد کر دیتا ہے، اس میں انسانیت کی تکریم ہے، یہ وہ انسان نہیں ہے جو کھانے پینے کا ایسا مشتاق ہوتا ہے کہ وہ اس کے جذبات پر حاوی ہو جائے، بلکہ وہ ناشتہ کے وقت کو بدل دیتا ہے اور یہ ناشتہ فجر سے کچھ قبل سحری کی صورت میں ہوتا ہے، اور وہ دن بھر کے کھانے پینے کے معمول کو بدل دیتا ہے اور یہ کھانا پینا اب مغرب کے بعد ہوتا ہے، اس طرح مسلمان اللہ رب العزت کی بندگی اور غلامی کے سوا ہر چیز کی غلامی سے نکل جاتا ہے۔

پنجم: روزہ انسان کو بخل و حرص جیسی مہلک اور لاعلاج بیماری سے آزاد کر دیتا ہے، اسی سلسلہ میں مسلم کی حدیث حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(۱) صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب فضل الصوم، نمبر: ۱۸۹۴، الجامع الصحیح للابام الریح بن حبیب، نمبر: ۳۳۰۔

”ظلم سے بچو، اس لئے کہ ظلم قیامت کے دن تاریکیوں کی شکل میں ظاہر ہوگا، اور بخل سے بچو، اس لئے کہ بخل نے تم سے پہلی امتوں کو ہلاک کیا ہے، اس نے انہیں اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ ایک دوسرے کا خون بہائیں اور اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کر لیں۔“ (۱)

اور امام احمد نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”جنت میں نہ دھوکہ باز آدمی داخل ہو سکتا ہے نہ بخیل نہ احسان جتلانے والا۔“

اور طبرانی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”جب اللہ تعالیٰ نے جنت عدن کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اس میں پھلوں کو لٹکا دیا اور اس میں نہریں جاری کر دیں، پھر اس کی طرف دیکھ کر فرمایا: بولو، تو اس نے کہا: مومن لوگ کامیاب ہو گئے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میری عزت اور میرے جلال کی قسم تجھ میں کوئی بخیل میرے پڑوس میں نہیں رہ سکے گا۔“

اور ترمذی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”سخی اللہ سے قریب ہے، جنت سے قریب ہے، لوگوں سے قریب ہے، جہنم سے دور ہے، اور بخیل اللہ سے دور ہے، جنت سے دور ہے، لوگوں سے دور ہے، اور جہنم سے قریب ہے، اور سخی جاہل اللہ کے نزدیک بخیل عابد سے زیادہ پسندیدہ ہے۔“ (۲)

اور روزہ اس الاعلاج بیماری کا بہت سے وسائل کے ذریعہ علاج کرتا ہے جن میں سے چند درج

ذیل ہیں:

الف۔ مسلمان کو روزہ داروں کو روزہ افطار کرانے پر ابھارنا، اس لئے کہ حضرت سلمان فارسیؓ

کی حدیث ہے:

”جس نے اس مہینے میں کسی روزہ دار کو (اللہ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کے لئے)

(۱) صحیح مسلم، کتاب البر، باب تحریم الظلم۔

(۲) سنن الترمذی، کتاب البر، باب ماجاء فی السخاء، ۲۰۲۔

افطار کرایا تو اس کے لئے گناہوں کی مغفرت اور آتش دوزخ سے آزادی کا ذریعہ ہوگا اور اس کو روزہ دار کے برابر ثواب دیا جائے گا، بغیر اس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے، صحابہ نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر ایک کو تو افطار کرانے کا سامان میسر نہیں ہوتا (تو کیا غریبوں کو اس عظیم ثواب سے محروم رہیں گے؟) آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی دے گا جو ایک کھجور پر یا پانی کے ایک گھونٹ پر یاد دہ کی تھوڑی سی سی پر کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرادے۔“ (۱)

اس معمولی سے عطیہ پر یہ عظیم اجر و ثواب مسلمان آدمی کے اندر مال خرچ کرنے اور جو دستا کا داعیہ پیدا کرتا ہے، اگر آدمی کا نفس زیادہ خرچ کرنے کے لئے آمادہ نہ ہو تو بتدریج تھوڑا تھوڑا خرچ کرنے سے زیادہ خرچ کرنے کی عادت پڑ جائے گی اور شاید کہ روحانی پاکیزگی سخاوت کی صفت سے متصف ہونے کا قومی ذریعہ ہوگی۔

ب۔ اس ماہ مبارک میں جہنم کے دروازے بند کردئے جاتے ہیں اور جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور سرکش شیاطین قید کردئے جاتے ہیں اور یہ ندا لگائی جاتی ہے کہ اے خیر کے طالب آگے بڑھ اور اے شر کے طالب رک جا (باز آجا)، یہ تمام چیزیں بخل و حرص اور تنگ دلی کے مرض پر غالب آنے میں مسلمان کی مدد کرتی ہیں، چنانچہ وہ اس حال میں خرچ کرتا ہے کہ جو دستا سے باز رکھنے والی چیزوں سے محفوظ و مامون رہتا ہے۔

ج۔ نبی کریم ﷺ کی اتباع و اقتداء کی محبت، اس لئے کہ بخاری وغیرہ میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے:

”نبی کریم ﷺ خیر کی بخشش اور خلق اللہ کی نفع رسانی میں اللہ کے سب بندوں سے فائق تھے اور رمضان المبارک میں آپ کی یہ کریمانہ صفت اور زیادہ ترقی کر جاتی تھی جبکہ جبرئیل امینؑ آپ سے ملتے تھے۔ تو جب جبرئیل علیہ السلام آپ سے ملتے تو آپ ﷺ کی اس

(۱) الترغیب والترہیب للمذہبی ۶۷۲، اور انہوں نے اس کی نسبت صحیح ابن خزیمہ کی طرف کی ہے۔

کر یہ نافع رسائی اور خیر کی بخشش میں اللہ کی بھیجی ہوئی ہواؤں سے بھی زیادہ تیزی آجاتی اور زور پیدا ہو جاتا۔“ (۱)

۱۔ رمضان میں صدقۃ الفطر کی ادائیگی نماز عید کی ادائیگی سے قبل تک رمضان کی اہم عبادتوں میں سے ہے جس سے بخل کے مرض کا علاج ہوتا ہے، اس لئے کہ وہ مالدار اور فقیر، بڑے اور چھوٹے، آزاد اور غلام سب پر فرض ہے، حتیٰ کی وہ بچہ جو نماز عید سے قبل پیدا ہوا ہو اس کے ولی پر اس کی طرف سے صدقۃ فطر کی ادائیگی ضروری ہے (۲) اس سے تمام لوگوں کے اندر مال خرچ کرنے اور داد و بخش کی روح پروان چڑھتی ہے، اسی بنا پر ابن ماجہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے:

”نبی کریم ﷺ نے صدقۃ فطر کو فرض کیا ہے کہ وہ روزہ دار کے لغو ولا یعنی اور بے حیائی کی باتوں کے لئے کفارہ ہو اور اس سے مساکین کے کھانے کا انتظام ہو، تو جو شخص اسے نماز عید سے قبل ادا کرے تو وہ صدقۃ فطر ہے اور جو شخص اسے نماز کے بعد ادا کرے تو وہ (عام) صدقات میں سے ایک صدقہ ہے، اور امام احمد نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقۃ فطر کے بارے میں فرمایا کہ وہ ایک صاع گندم ہے، ہر بڑے چھوٹے، آزاد، غلام، مرد، عورت، مالدار اور فقیر پر، تو جو مالدار ہے اللہ اس کی برکت سے اسے (گناہوں سے) پاک کر دے گا اور جو تم میں سے فقیر ہوگا اسے اللہ اس کے خرچ کئے ہوئے سے زیادہ مقدر میں لوٹا دے گا۔“ (۳)

اس سے بڑھ کر اور کیا بلندی ہوگی کہ مالدار فقیر کو دے اور فقیر فقیر کو دے، اور یہ کہ صدقہ کے فریضہ کا تعلق یہاں پر امت اسلامیہ کے ہر چھوٹے بڑے فرد سے ہو؟ یہ سخاوت کا سب سے بڑا دروازہ ہے۔

(۱) صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب أجد ما كان النبي ﷺ يكثره في رمضان، نمبر ۱۹۰۲۔

(۲) کتاب شرح البیہ لاطیفیش ۲۸۹/۳-۲۹۴۔

(۳) الترغیب والترہیب للمنذری ۱۰۰/۲۔

ششم: روزہ مسلمان آدمی کو عفت و طہارت کے اخلاق کا عادی بناتا ہے اور اس سے نفس کے خطرات و خیالات اور شہوتوں کے ہیجان اور اشتعال کو دور کرتا ہے، اسی بنا پر شہوت پر قابو پانے کے لئے روزہ رکھنا مستحب ہے تاکہ شرم گاہ کی شہوت اسے اپنا غلام نہ بنالے اور محرمات کے پیچھے دوڑنے میں اپنے دیدہ کا پانی زائل نہ کرے اور پاک دامن عورتوں کی عصمت دری کر کے انہیں فحش کاری اور بے حیائی کا عادی نہ بنائے یا اپنی طرف مائل ہو کر استمناء (منی خارج کرنے) کے سمندر میں غرق نہ ہو جس کی وجہ سے اس کے اندر شہوت کا مقابلہ کرنے والی قوت کمزور پڑ جائے اور اس کی نفسیاتی الجھنوں میں اضافہ ہو جائے اور اسے خود اعتمادی کے جوہر سے محروم کر دے، اسی بنا پر علامہ ابن حجر نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث:

”اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو شخص شادی کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوئے کی استطاعت رکھتا ہو اسے چاہئے کہ شادی کر لے، اس لئے کہ یہ نگاہوں کو پست رکھنے والی اور شرم گاہ کو محفوظ رکھنے والی چیز ہے اور جو شخص اس کی قدرت نہ رکھتا ہو اسے چاہئے کہ روزہ رکھے اس لئے کہ روزہ اس کی شہوت کو توڑنے والی چیز ہے۔“

علامہ ابن حجر اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

”روزہ میں اصل شہوت کو توڑنا ہے، اس لئے کہ زیادہ کھانے پینے سے شہوت میں طغیانی اور بے اعتدالی پیدا ہوتی ہے اور روزہ شرم گاہ اور نگاہ کی شہوت کو ختم کرنے والا ہے۔ اس حدیث سے استمناء بالید کی حرکت پر استدلال کیا جاتا ہے، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے نکاح سے عاجز ہونے کی صورت میں روزہ رکھنے کی طرف رہنمائی فرمائی جو شہوت کو دفع کرنے والا ہے تو اگر استمناء جائز ہوتا تو اس کی طرف رہنمائی کرنا زیادہ آسان ہوتا۔ (۱)

اور چونکہ استمناء روزہ کو فاسد کرنے والی چیزوں میں سے ہے، اس لئے اگر کوئی مرد یا عورت جان بوجھ کر ایسا کرے تو وہ گنہ گار ہوگا اور اگر وہ اس کی قضا میں زندگی بھر روزہ رکھے پھر بھی

کافی نہ ہوگا، اور جو شخص شادی شدہ ہے تو اسلام اس کی جماع کی شہوت کو مہذب کرتا ہے تاکہ وہ مرد و عورت کو شرم گاہ کی شہوت کی قید سے آزاد کر دے، چنانچہ وہ رمضان میں میاں بیوی کے درمیان دن بھر حائل رہتا ہے اور معتکف پر (رات میں بھی) بیوی سے جماع کرنے کو حرام کر دیتا ہے، اور جو شخص رمضان کے دن میں بیوی سے جماع کر لے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ وہ مسلسل دو ماہ تک روزہ رکھے اس طرح مسلسل دو ماہ تک اسے دن میں بیوی سے محروم رکھا گیا، اور اگر اسے مسلسل دو ماہ روزہ رکھنے کی استطاعت نہ ہو تو وہ ساٹھ مسکین کو کھانا کھلائے، تاکہ اس ماہ مبارک کے احترام میں اس سے جو زیادتی سرزد ہوئی اس کا کفارہ ہو جائے اور اس جرم کا تاوان ادا کرے کہ وہ اپنے نفس پر قابو پا کر اپنی شہوت کو روک نہ سکا، اور جو شخص اللہ کے عذاب سے نہ ڈرے اسے اس سے باز رکھنے کا یہ موثر ذریعہ ہے۔

ہفتم: اگر انسان کے باطن کی عفت اس کی شرم گاہ میں ہے تو زبان کی پاکیزگی اس کی ظاہری عفت کی ایک علامت ہے اور روزہ انسان کی زبان کی آفات کا علاج کرتا ہے، یہاں تک کہ اگر وہ اپنی شرم گاہ اور زبان کی حفاظت کر لے تو رسول اللہ ﷺ اس کے لئے جنت کے ضامن بن جاتے ہیں، اسی بنا پر رسول اللہ ﷺ ہماری توجہ اس طرف مبذول فرماتے ہیں کہ جو شخص باطل کلام اور باطل کام نہ چھوڑے تو اللہ کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں، پس روزہ دراصل تمام اعضاء و جوارح کا روزہ ہے، اور وہ یہ ہے کہ روزہ دار انہیں کسی ایسے کام میں استعمال نہ کرے جس سے اللہ ناراض ہوتا ہے، رمضان کے اندر اعتکاف میں مسنون یہ ہے کہ آدمی جائز باتیں بھی کم کرے، یہ اس زبان کی آفتوں سے سلامت رہنے کا سب سے موثر ذریعہ ہے جو زبان کا بے جا استعمال کر کے لوگوں کی عزت و آبرو پر حملہ کرے، یا جھوٹ بولے، یا ناپسندیدہ طریقے پر لڑائی جھگڑا کرے یا جھوٹی قسمیں کھائے یا اس کے علاوہ کوئی غلط اور نامناسب حرکت کرے تو اس کا روزہ برباد اور منتشر غبار کے مانند ہو جائے گا اور یہ اس لئے کہ ابو داؤد نے حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کیا ہے:

”رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو ایک دن کے روزہ رکھنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ جب تک میں اجازت نہ دوں اس وقت تک کوئی شخص افطار نہ کرے، چنانچہ لوگوں نے روزہ رکھا، یہاں تک کہ جب شام ہوئی تو ایک ایک آدمی آکر کہنے لگا: یا رسول اللہ! میں دن بھر روزہ رہا آپ ﷺ مجھے افطار کرنے کی اجازت دیجئے تو آپ ﷺ ایک ایک آدمی کو اجازت دیتے گئے، یہاں تک کہ ایک شخص نے آکر عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ﷺ کے خاندان کی دولڑکیاں روزے سے ہیں اور وہ آپ کے سامنے آنے سے شرم محسوس کر رہی ہیں، لہذا آپ انہیں اجازت دے دیجئے کہ وہ افطار کر لیں، آپ ﷺ نے اس سے اعراض فرمایا تو انہوں نے دوبارہ آکر سوال کیا آپ ﷺ نے دوبارہ اعراض فرمایا، اس نے تیسری بار سوال کیا، آپ ﷺ نے پھر اعراض فرمایا، اس نے چوتھی بار سوال کیا، آپ ﷺ نے پھر اعراض فرمایا اور فرمایا: ان دونوں نے روزہ نہیں رکھا، اور وہ شخص کیوں کر روزہ دار ہو سکتا ہے جو دن بھر لوگوں کا گوشت کھاتا رہا ہو؟ تم جاؤ اور ان دونوں لڑکیوں سے کہو کہ اگر وہ روزہ دار تھیں تو قنئی کریں، چنانچہ اس شخص جا کر انہیں اس کی خبر دی، تو ان دونوں نے قنئی کیا تو منجمد خون کی قنئی کی، چنانچہ اس شخص نے جا کر رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر دی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر یہ چیز ان دونوں کے پیٹ میں باقی رہ جاتی تو ان دونوں کو جہنم کی آگ کھا لیتی۔“

اور مسند احمد کی ایک روایت میں ہے:

”ان دونوں میں سے ایک نے خون اور پیپ کی قنئی کی یہاں تک کہ اس نے آدھے پیالے کو بھر دیا اور دوسری نے خون، پیپ اور تازہ گوشت کے ٹکڑے قنئی کئے، یہاں تک کہ اس نے پیالے کو بھر دیا، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان دونوں لڑکیوں نے اس چیز سے تو روزہ رکھا جسے اللہ نے حلال کیا ہے اور اس چیز پر افطار کیا جسے اللہ نے ان پر حرام کیا

ہے یعنی لوگوں کی غیبت کی (ان میں سے ایک دوسری کے پاس جا کر بیٹھ گئی اور دونوں مل کر

لوگوں کے گوشت کھانے لگیں۔ (۱)

اور المستخلص فی تزکیۃ الألفس کے مصنف نے اس شخص کو جو روزہ میں حلال سے رکے اور حرام کا ارتکاب کرے اس شخص سے تشبیہ دی ہے جو ایک محل تعمیر کرے اور شہر کو ویران کر دے اور اس شخص سے تشبیہ دی ہے جو دو کھانے سے پرہیز کرے پھر زہر قاتل کو غٹ غٹ پی جائے۔ (۲)

دوم: حج کے احکام میں ایسی چیزیں ہیں جو تمام اعضاء و جوارح اور نفس انسانی میں موجود تمام قوی جذبات و خواہشات پر اس غلبے اور تسلط کو مستحکم کرنے میں مدد دیتی ہیں، یعنی وہ مالی سزائیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے یا اللہ کے رسول ﷺ نے ممنوعات احرام میں سے کسی چیز کا ارتکاب کرنے یا واجبات حج میں سے کسی واجب کو ترک کرنے کی صورت میں فرض کیا ہے، ان ہی میں سے درج ذیل امور ہیں:

- ۱- جو شخص بغیر احرام کے میقات سے آگے بڑھ جائے اس پر دم واجب ہے۔
- ۲- جو شخص بوس لے اور انزال نہ ہو تو اس پر دم ہے، اور جو شخص شرم گاہ کے علاوہ کہیں اور وطی کرے اور انزال نہ ہو تو اس پر دم ہے اور جو شخص عورت کی شرم گاہ میں وطی کرے تو ان دونوں کا حج باطل ہو جائے گا، اور اگر عورت نے مرد کی اطاعت کی ہو تو ان دونوں پر بڑے جانور (مثلاً اونٹ) کی قربانی واجب ہوگی اور اگر عورت نے مرد کی اطاعت نہ کی ہو اور مرد اس کے نفس پر غالب آ گیا ہو تو بھی مرد کے ساتھ عورت کا حج فاسد ہو جائے گا اور صرف مرد پر بدنہ (بڑے جانور) کی قربانی واجب ہوگی۔
- ۳- جو شخص خشکی میں کسی شکار کو قتل کرے یا حرم میں کسی چیز کو قتل کرے یا کسی شکار کی طرف کسی محرم کی رہنمائی کرے تاکہ وہ اسے شکار کر لے تو اس پر دم واجب ہے۔

(۱) السند ۵۰۱/۲۔

(۲) المستخلص فی تزکیۃ الألفس، سعید حوی، ۶۳۔

- ۴- جو شخص کچھ بالوں کو اکھاڑ دے یا مونڈ دے تو اس پر ہر بال کے بدلے صدقہ ہے اور اگر چار بالوں سے تجاوز کر جائے تو خواہ اس نے جان بوجھ کر بال مونڈا ہو یا غلطی سے تو اس پر تین دنوں کا روزہ رکھنا ہے یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے یا ایک بکری ذبح کرنا ہے۔
- ۵- جو شخص جان بوجھ کر خوشبو لگالے تو وہ خوشبو کو دھوئے گا اور اس پر دم واجب ہے۔
- ۶- جو شخص منی میں جمرات کی رمی یا وہاں رات گزارنا چھوڑ دے اس پر دم واجب ہے۔
- ۷- اگر جان بوجھ کر اپنا سر چھپالے یا اس پر سایہ کرے تو اس پر دم واجب ہے۔
- ۸- جو شخص سلا ہوا کپڑا پہن لے یا چمڑے کا موزہ پہن لے حالانکہ اس کے پاس چپل ہو تو وہ اسے اتار لے گا اور اس پر دم واجب ہے۔

یہ وہ سزائیں ہیں جو بہت سے ایسے لوگوں کو قوت سے قابو میں رکھتی ہیں جو اپنے اعضاء پر اور تصرفات پر اس کے بغیر قابو نہیں پاتے کہ انہیں اپنے افعال کی سزا سے دوچار ہونا پڑے، اور یہ کہ انہیں ہر ایسے عمل اور تصرف پر جو مناسک حج اور مشاعر حج کے دائرے سے خارج اور ان کی عظمت و تقدس سے ہم آہنگ نہ ہو وہ مالی تاوان ادا کرنا ہوگا جس سے ان کا کندھا جو بھل ہوگا اور یہ بات عقل میں نہیں آسکتی کہ خواہ کسی شخص کو مالی جرمانہ یا جانور ذبح کرنے کی استطاعت ہو پھر بھی وہ ان ممنوعات میں سے کسی فعل ممنوع کا ارتکاب کرے گا، بلکہ مسلمان تو اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے اور شعائر اللہ کی تعظیم کے جذبے سے اور اپنی لغزشوں کی معافی اور گناہوں کی مغفرت کی امید پر احکام الہی کی تعمیل کرتا ہے، لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ انسان کا نفس اگر اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرے تو وہ ایسی سزاؤں کا مستحق ہے جو اسے فعل ممنوع سے باز رکھنے والی ہو۔

میرا خیال یہ ہے کہ آنکھوں کی نظر، زبان کے کلمات، ہاتھ کے حرکات، قلب کے خطرات و خیالات اور شرم گاہ کی خواہشات میں یہ مکمل انضباط، اخلاق کی پاکیزگی کا سبب ہے، اس لئے کہ یہی اعضاء مکارم اخلاق کے نفوذ کرنے، اور اندر راسخ ہونے کے راستے بھی ہیں اور گھٹیا اخلاق کے نفوذ

کرنے کے بھی، لہذا اگر وہ وقتاً فوقتاً ان کو کنٹرول میں رکھنے کی تربیت حاصل کر لے تو اس کے اندر خیر کی پوشیدہ صلاحیتیں اجاگر ہو جائیں گی اور اس کے تمام اعمال و تصرفات سے نیکی کے چشمے پھوٹ پڑیں گے، ورنہ تو کتنی بلند خواہشات اور پاکیزہ رغبات رکھنے والے لوگ ہیں کہ اپنی شہوتوں پر کنٹرول اور اپنے جوارح پر حکمرانی کا جو لگام ان کے ہاتھوں میں تھا اس کے چھوٹ جانے کی وجہ سے پستی کے غار میں گر پڑے۔

سوم: حج دوسری عبادتوں کے ساتھ مل کر انسان کو جو دو سخا اور داد و ہش کی صفت سے متصف کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ڈھیر سا مال خرچ کرتا ہے، اور اگر اس سے سہو ہو جائے یا حج کے واجبات میں سے کسی واجب کو چھوڑ دے یا ممنوعات احرام میں سے کسی شیء کا ارتکاب کرے تو وہ بغیر کسی تنگ دلی کے اس کے دم اور فدیہ میں مال خرچ کرتا ہے اور وہ قربانی کا جانور ساتھ لے جاتا ہے، اور حج قرآن اور تمتع کی صورت میں وجوہاً جانور ذبح کرتا ہے اور اگر حج افراد ہو تو نفلی طور پر قربانی کرتا ہے تاکہ قانع کو بھی کھلائے اور فقیر سائل کو بھی، دوست و احباب کو بھی اور سفر کے ساتھیوں کو بھی، بلکہ حج کے مستحب امور میں سے یہ ہے کہ حاجی زیادہ مقدار میں سفر کا توشہ ساتھ لے جائے تاکہ وہ اپنے حج کے ساتھیوں کو بھی دے سکے اور زیادہ خرچ کرنے کا عادی بنے، استاذ سعید حوی نے بیان کیا ہے:

”حج کے آداب میں سے یہ ہے کہ زاد راہ میں توسع سے کام لے اور خوش دلی کے ساتھ خرچ کرے، بخل اور فضول خرچی دونوں سے بچے.. اور زیادہ خرچ کرنے میں اسراف نہیں ہے، حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں: آدمی کی شرافت میں سے یہ ہے کہ حلال زاد سفر ساتھ رکھے.. اور ایک قول یہ ہے کہ حج مبرور کا مطلب پاکیزہ کلام کرنا اور کھانا کھلانا ہے۔“ (۱)

چہارم: حج کے احکام انسان کے اخلاق کو سنوارنے میں حصہ لیتے ہیں، اس لئے کہ حج کا ایک حکم یہ ہے کہ حاجی کے اندر دوسروں کے مال و اسباب کی طرف سے بے نیازی ہو، لوگوں کے ہاتھ میں

(۱) المستخلص فی تزکیۃ النفس، سعید حوی، ۶۶۔

جو کچھ ہے اس کی طرف نہ جھانکے اور نہ لوگوں سے اس کا سوال کرے اور دل کو لوگوں کے کھانے پینے اور پہننے اور رہنے کی چیزوں کی طرف متوجہ نہ کرے، اس سلسلے میں بخاری نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ یمن کے لوگ حج کرتے تھے اور زاد راہ ساتھ نہیں لے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم توکل کرنے والے ہیں اور مکہ پہنچتے تو لوگوں سے سوال کرتے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَتَزُودُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى﴾ (البقرہ: ۱۹۷)

(اور اپنے ساتھ سفر خرچ لے لیا کرو، سب سے بہتر تو شہ اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے)

اور نیساپوری نے حضرت عطاء بن رباح سے روایت کیا ہے:

”آدی حج کے لئے نکلتا تھا اور دوسروں پر بوجھ بن جاتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سے منع کیا۔“ (۱)

اور اسی ممانعت سے قرض لے کر حج کرنے کا مسئلہ بھی متعلق ہے یعنی ایسے حضرات جو پاکیزہ جذبات کے حامل ہیں وہ حج و عمرہ کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے قرض لیتے ہیں اور سوال کر کے اپنے آپ کو ذلیل کرتے ہیں اور حج و عمرہ سے لوٹنے کے بعد شب و روز ذلت اور فکر و تردد میں مبتلا رہتے ہیں، اسی بنا پر ہم درج ذیل حدیث کی اخلاقی قدر و قیمت کا اندازہ کر سکتے ہیں، جسے امام شافعیؒ نے حضرت عبد اللہ بن ابی اونی سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

”میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا جس نے حج نہیں کیا

ہے کہ کیا وہ حج کے لئے قرض لے سکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔“

پنجم: مرد مومن حج کے احکام سے دوسروں کے جذبات و احساسات اور ان کے حالات

کا احترام اور قدر کرنے کا عادی بنتا ہے، جن میں سے چند احکام درج ذیل ہیں:

الف- احرام کے لئے، مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے لئے، بیت اللہ کا طواف کرنے کے لئے

اور وقوف عرفہ کے لئے غسل کرنا، اور یہ سب مقامات لوگوں کو جمع ہونے کے ہیں، ان مواقع پر غسل کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ پسینہ اور بدبو سے دوسروں کو اذیت نہ پہنچے۔

ب۔ حجرِ اسود پر اس طرح مزاحمت نہ ہو کہ دوسروں کو اذیت پہنچے، اسی بنا پر عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں یہ روایت نقل کیا ہے:

”رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا: تم سخت آدمی ہو، جب تم بیت اللہ کا طواف کرو گے تو کمزور کو اذیت پہنچاؤ گے، اگر حجرِ اسود کے پاس خلا دیکھو تو اس سے قریب ہو ورنہ تو تکبیر کہہ کے گذر جاؤ۔“ (۱)

ج۔ جس شخص کو مرض کی وجہ سے اذیت لاحق ہو مثلاً سر یا جسم میں جوئیں ہو جائے تو اس کے

لئے بال منڈانا جائز ہے، اس لئے کہ بخاری نے حضرت کعب بن عمرؓ سے روایت کیا ہے:

”رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس حال میں دیکھا کہ اس قدر جوئیں ان کے سر میں ہو گئیں تھیں کہ منہ پر گری آتی تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا ان جوؤں سے تجھ کو تکلیف ہے؟ کعب نے کہا جی ہاں، آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنا سر منڈالیں، اس وقت آپ ﷺ حدیبیہ میں تھے۔“ (۲)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

”اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ محرم کے لئے بال موٹنا اور کاٹنا اور اسے تلف کرنا ممنوع ہے، ہاں بیماری کی حالت میں جائز ہے۔“ (۳)

د۔ جس شخص کو طواف اور سعی میں پیدل چلنے میں مشقت لاحق ہو اس کے لئے سوار ہونے کی

اجازت ہے، اسی سے متعلق وہ روایت ہے جسے بخاری نے حضرت ام سلمہؓ سے روایت کیا ہے، وہ

(۱) المصنف لعبدالرزاق، کتاب الحج، باب الاحرام علی الرکن ۳۶۷۵، سنن البیہقی، کتاب الحج، باب الاستلام فی الاحرام ۸۰۷۔

(۲) صحیح البخاری، کتاب الحج، باب قولہ تعالیٰ: فمن کان منکم مریضاً أو بآذی من رأسہ، نمبر: ۱۸۱۳۔

(۳) تفسیر القرطبی (الجامع لاحکام القرآن) ۷۸/۱۔

فرماتے ہیں:

”میں نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ میں بیمار ہوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:
طوفی من وراء الناس وانت راكبة (لوگوں کے پیچھے پیچھے سوار ہو کر طواف
کر لو)۔“ (۱)

ہ۔ کمزور بچوں اور عورتوں بلکہ مردوں کے لئے بھی اس کی اجازت ہے کہ وہ مزدلفہ میں رات
گزارنے میں اختصار سے کام لیں اور بھیڑ کے اندیشہ سے فجر سے قبل (منی آکر) حجرہ عقبہ کی رمی
کر لیں، اسی سلسلے میں صحیحین کی وہ روایت ہے جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں:
”ہم لوگ مزدلفہ میں اترے تو حضرت سودہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی کہ
وہ لوگوں کے ازدحام سے قبل وہاں سے چلیں اور وہ ست رفتار عورت تھیں تو رسول
اللہ ﷺ نے انہیں اس کی اجازت دے دی۔“ (۲)

نووی فرماتے ہیں:

”ہمارے نزدیک سنت یہ ہے کہ حاجی مزدلفہ میں طلوع فجر تک ٹھہرے، کمزور اور ضعیف
لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں، ان کے لئے فجر سے قبل (مزدلفہ سے منی کی طرف) چلنا
مستحب ہے۔“ (۳)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں، حضرت عطا کے طریق سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں:
”مجھے حضرت ابن عباسؓ نے یہ خبر دی کہ مزدلفہ کی رات میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت
عباسؓ سے فرمایا: ہمارے ضعیفوں اور عورتوں کو لے کر جاؤ، انہیں چاہئے کہ وہ منی میں صبح کی

(۱) صحیح البخاری، کتاب الحج، باب طواف النساء مع الرجال، نمبر: ۱۶۱۹۔

(۲) صحیح البخاری، کتاب الحج، باب من قدم ضفطہ ابلہ بلیل، نمبر: ۱۶۸۱، اللؤلؤ والمرجان، فیما اتفق علیہ الشیخان،

نمبر: ۸۱۲۔

(۳) المجموع للنووی ۱۵۰/۸، نیز اسی مفہوم کے لئے دیکھئے: علامہ نرسی کی المصوب ۶۳/۴، حافیہ رد المحتار لابن

عابدین ۵۱۱/۲-۵۱۲۔

نماز پڑھیں اور لوگوں کے ازدحام سے قبل جمرہ عقبہ کی رمی کریں، حضرت عطا بوڑھے اور
ضعیف ہونے کے بعد ایسا ہی کرتے تھے۔“ (۱)

و- ارباب مال و اصحاب تجارت کے مصالِح کی رعایت، کہ وہ اپنے مالوں کی براہ راست دیکھ
رکھ کریں، اسی سلسلے میں وہ روایت ہے جسے امام مالکؒ وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن ابی بکر بن حزمؓ
سے روایت کیا ہے کہ ابوالبداح نے انہیں اپنے والد کی روایت سے یہ خبر دی:
”رسول اللہ ﷺ نے اونٹ چرانے والوں کو یہ رخصت دی کہ وہ منی سے باہر رات
گزاریں، قربانی کے دن رمی کریں پھر اگلے دن رمی کریں اور اگلے دن کے بعد دو دن،
پھر کوچ کرنے کے دن رمی کریں۔“ (۲)

علماء نے ان ہی چرواہوں پر ہر اس شخص کو قیاس کیا ہے جس کے پاس مال یا کوئی ایسی چیز ہو
جس کے بارے میں اسے یہ اندیشہ ہو کہ کوئی بڑی اور ضروری مصلحت فوت ہو جائے گی تو وہ اپنے
ضروری مصالِح کی رعایت کی خاطر منی میں رات گزارنا چھوڑ سکتا ہے، یعنی اگر منی میں رات گزارنے
سے کوئی بڑا نقصان لاحق ہو جائے تو وہ اسے چھوڑ سکتا ہے، یہاں تک کہ شیخ ساعتی اپنی مسند کی شرح
میں فرماتے ہیں:

”منی میں رات نہ گزارنے کے سلسلے میں عذر کو صرف چرواہوں اور پانی پلانے والوں
تک محدود رکھنا ایک قسم کا جمود ہے، بلکہ ان کی طرح دوسرے اہل حاجت کے لئے بھی
یہی حکم ہوگا، امام شافعی نے جزم کے ساتھ کہا ہے کہ اس حکم میں اس شخص کو بھی لاحق کیا
جائے گا جس کے پاس مال ہو اور وہ اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ کرتا ہو، یا کسی اہم
امر کے فوت ہو جانے کا خطرہ ہو، یا کوئی ایسا مریض ہو جس کی پانی پلانے والے دیکھ

(۱) فتح الباری ۵۲۸/۳۔

(۲) المؤطا، کتاب الحج، باب الرخصة فی رمی الجمار ۴۰۸، سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب فی رمی الجمار، النسائی،
کتاب باب رمی الرعاة۔

رکھ کر تے ہوں۔“ (۱)

یہ احکام جن کے دلائل پیش کرنے میں نے تفصیل سے کام لیا ہے اگر آج مسلمان ان کی رعایت کریں تو ان کا حج مشقت اور پریشانی سے نکل جائے گا جو طواف کے وقت لوگوں کو لاحق ہوتی ہے، خصوصاً حجر اسود کا بوسہ لینے میں، اور رمی جمار کے وقت جس مزاحمت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اس لئے کہ اسی بھیڑ کی وجہ سے وہاں بہت سے لوگوں کی جان چلی جاتی ہے، جس کی وجہ سے آج کے حالات میں رمی کے وقت جس میں تیس لاکھ سے زائد افراد حج کے لئے جمع ہوتے ہیں، اس فتویٰ پر نئے سرے سے غور کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا یہ سب لوگ صرف سات گھنٹوں میں رمی کر سکتے ہیں، جیسا کہ اس سلسلہ میں یہاں وہاں سے بعض فتاویٰ صادر ہو رہے ہیں جس کی رو سے صرف سات گھنٹوں ہی میں رمی کا انجام پانا مطلوب معلوم ہوتا ہے۔ (۲)

یہ ان محترم نفوس کی عصمت اور حرمت کو واجب کرتا ہے کہ انتہائی حد تک ان کی طاقت کو ختم کرنے یا اپنے مسلمان بھائیوں کے جو توتوں کے نیچے چل کر جان دینے سے بچایا جائے، یہ سب شکل کی حفاظت کی خاطر ہے اور اس روشن شریعت کا جو مضمون ہے جس میں بہت سے مسائل میں حکم شرعی جواز سے حرمت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، جب کہ اباحت اور جواز، مشقت اور حرج، اور جان جانے کا سبب بن جائے، اس مضمون سے صرف نظر کیا گیا ہے، پس اگر کسی حاجی کو یہ علم ہو کہ اگر وہ رمی جمار کے لئے بھیڑ میں داخل ہو جائے تو اپنے جسم کی کمزوری اور سخت بھیڑ کی وجہ سے مرجائے گا تو ایسا کرنے پر وہ گنہگار ہوگا اور اس پر واجب ہوگا کہ وہ رات کے وسیع اوقات میں

(۱) اس سلسلے میں دیکھئے: الفتح الربانی ۱۲/ ۲۲۳-۲۲۴، سبل السلام للصنعانی ۲/ ۵۵۳، نیل الأوطار للشوکانی ۵/ ۸۰، زاد المعاد لابن القیم ۲/ ۲۹۰۔

(۲) دیکھئے: رمی الجمرات وما يتعلق بہ من الأحکام مولفہ ڈاکٹر شرف بن علی الشریف، فتاویٰ فی الحج، مولفہ شیخ عبدالعزیز بن باز، شیخ صالح ابن شمیم، شیخ عبد بن جرین، میرا خیال ہے کہ اس موضوع پر مزید علمی بحث کی ضرورت ہے کہ جانوں کو مشقت یا قتل سے بچانے کے موضوع پر مزید غور و خوض اور تحقیق ہو۔

یا ظہر سے قتل رمی کرے یا دوسرے دن کے لئے اسے مؤخر کر دے یا کسی شخص کو اپنا نائب بنا دے جو اس کی طرف سے رمی کر لے۔

☆ حج کے احکام ہمیں رحم کرنے کے اخلاق سکھاتے ہیں اور صرف انسانوں کے ساتھ نہیں جیسا کہ گذرا بلکہ حیوانوں کے ساتھ بھی، اس لئے کہ حج کی قربانی کے ذبح کرنے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا حکم وارد ہے، دارمی نے حضرت شداد بن اوس سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

”میں نے رسول اللہ ﷺ سے دو باتیں محفوظ کی ہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ نے ہر چیز میں احسان کو فرض کیا ہے، پس جب تم قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو اور جب ذبح کرو تو اچھی طرح ذبح کرو اور ذبح کرنے والا اپنی چھری کو تیز کر لے اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچائے۔“ (۱)

ششم: حج کے بعض احکام وہ ہیں جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ لوگوں کو مکارم اخلاق اور عزت کے اخلاق پر آمادہ کیا جائے، اسی سلسلے کی وہ حدیث ہے جسے بخاری نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

”نبی کریم ﷺ طواف کرتے ہوئے ایک ایسے آدمی کے پاس سے گذرے جس نے اپنا ہاتھ دوسرے آدمی سے باندھ لیا تھا، تسے سے یادھاگے سے یا کسی اور چیز سے، نبی کریم ﷺ نے اس کو اپنے ہاتھ سے کاٹ دیا پھر فرمایا: ہاتھ پکڑ کر اس کو لے چلو۔“ (۲)

یہ حدیث اس حقیقت کی وضاحت کر رہی ہے کہ کس حد تک رسول اللہ ﷺ نے محسوس کیا کہ انسان کا اپنے ہاتھ کو باندھنا اور اس دھاگے کے ذریعہ اس کو کھینچ کر لے جانے میں اس کی انسانیت اور آدمیت کی توہین ہے، اور اس کی شرافت و کرامت کو گھٹانا ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے اس منکر کو فوراً

(۱) سنن الدارمی، کتاب لأضاحی، باب فی حسن الذبیحہ، ۱۶۷۰۔

(۲) صحیح البخاری، کتاب الحج، باب الکلام فی الطواف نمبر: ۱۶۲۰۔

اپنے ہاتھ مے بدل دیا، پھر انہیں حکم دیا کہ وہ ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اپنے پیچھے لے چلیں، اس طرح نہیں جس طرح جانوروں اور چوپایوں کو کھینچا جاتا ہے، یہ حدیث ایک واضح طریقہ کار کی نمائندگی کر رہی ہے کہ تکریم انسانیت کے خلاف جو بھی صورت اختیار کی جائے جس سے انسان کی تذلیل و توہین ہوتی ہو اور اس کے ساتھ حقارت کا سلوک کیا جاتا ہو اسے مسترد کیا جائے گا، یہاں تک کہ اگر وہ کسی جرم میں مقیم ہو تو اس کی اصلاح اور اس کی کچی کو درست کرنے کے لئے اسے سزا دی جاسکتی ہے۔

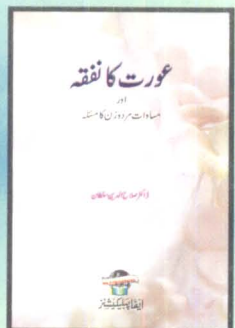
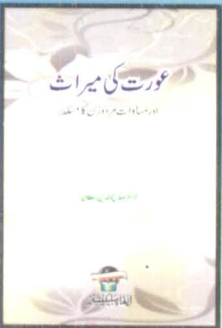
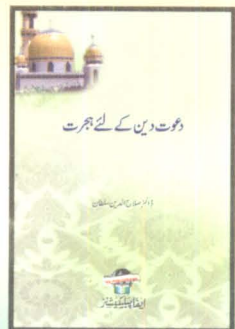
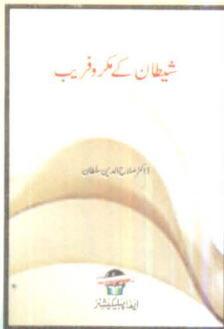
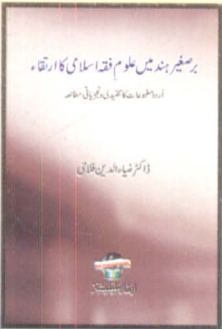
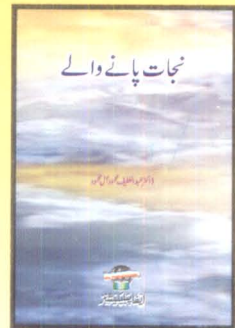
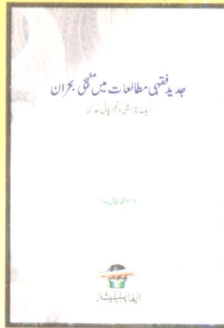
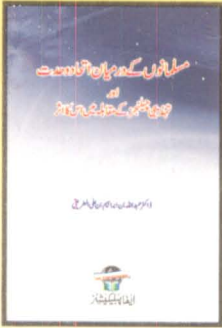
ہفتم: حج کی تکالیف اور اس کا طویل سفر اور عادات کی تبدیلی اور سفر خواہ بری ہو یا بحری یا فضائی وہ عذاب کا ایک ٹکڑا ہے اور یہ اس لئے کہ بخاری کی روایت حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”سفر کیا ہے گویا ایک قسم کا عذاب ہے، آدمی کو کھانا پینا، سونا (آرام کے ساتھ) نہیں ملتا، اس

لئے جب کوئی اپنا کام پورا کر چکے تو (سفر سے) جلدی اپنے گھر والوں میں لوٹ آئے۔“

یہ سفر نفس کی صلاحیتوں اور قوت برداشت کے سلسلے میں اعتماد بحال کرتا ہے، تاکہ مسلمان بڑے اور اہم کاموں کے لئے کھڑا ہو سکے، اسلام کی اس امانت کو ادا کرنے کے لئے جو اس کے کاندھوں پر ہے اور لوگوں پر حق کی شہادت دینے کی سعی کرنے کے لئے تاکہ وہ زندگی کے تمام پہلوؤں میں اس مہارت اور کمال تک پہنچ سکے جو دنیا و آخرت اسے نفع پہنچانے والا ہے۔

عبادات سے روح اور اخلاق پر مرتب ہونے والے یہ تربیتی اثرات ہیں، اور جہاں تک عقل اور جسم پر اس کے اثرات کا تعلق ہے تو ان شاء اللہ اس کتاب کے دوسرے حصہ میں ہم اس موضوع سے بحث کریں گے۔



IFA Publications

161 - F, Basement, Joga Bai, Post Box No - 9708,
 Jamia Nagar, New Delhi - 110025
 Tel : 26981327 Email: ifapublication@gmail.com